ضوء الحق

(قیام رمضان)

ماہِ رمضان میں قیامِ رمضان کی نیت سے تراویح، تہجد اور دیگر نوافل
باجماعت پڑھنا یا تو سنت ہے یا مستحب

تالیف

شیخ الاسلام مولانا محمد مشاہد بایم پوری سلہٹی

قدّس سرّہ

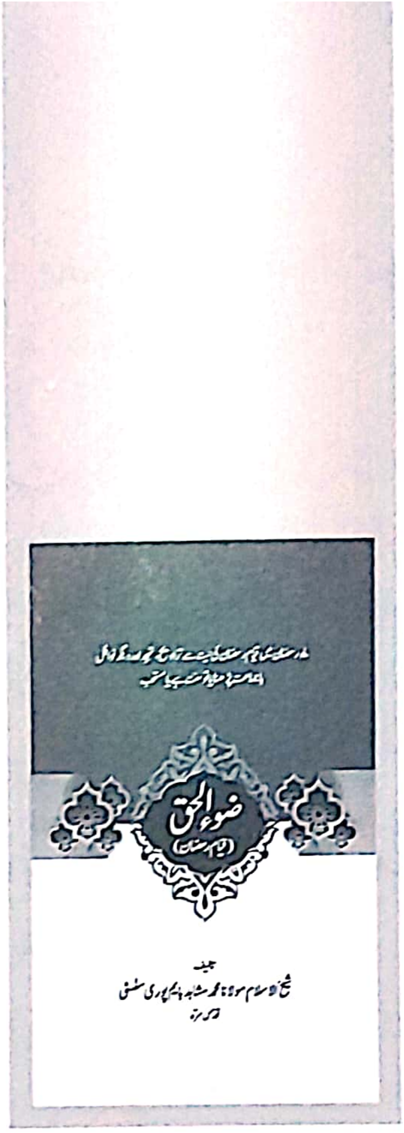

ضوء الحق

(قیام رمضان)

ماہ رمضان میں قیام رمضان کی نیت سے تراویح، تہجد اور دیگر نوافل
باجماعت پڑھنا یا تو سنت ہے یا مستحب

تالیف

شیخ الاسلام مولانا محمد مشاہد بایم پوری سلہٹی
قدّس سرّہ

جانشینِ شیخ الاسلام، امیر الہند علامہ ارشد مدنی دامت برکاتہم
صدر المدرسین دار العلوم دیو بند کے

تاثرات ودعائیہ کلمات

ماہِ رمضان کی راتوں میں قیامِ رمضان کی نیت سے تراویح، تہجد وغیرہ سنن ونوافل باجماعت پڑھنے کا عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، سلف صالحین اور قرونِ ثلاثہ، جو مشہود لہا بالخیر ہیں، سے چلا آ رہا ہے۔ جو بہت سے دلائلِ نقلیہ اور اقوالِ علما وفقہا سے موئید ہے۔ شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ رمضان میں باجماعت تہجد پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ باجماعت تہجد پڑھنے کے جواز پر ایک مفصل فتویٰ لکھا جس کو دلائلِ نقلیہ اور اقوالِ علماء وفقہاء سے آراستہ کیا اور عدم جواز کے قول کو مرجوح قرار دیا۔

لیکن حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے فتوے کے خلاف دار العلوم کراچی سے ایک فتویٰ شائع کیا گیا۔ اس فتویٰ کے منظرِ عام پر آنے کے بعد برصغیر کے محقق عالم دین فخر علمائے دیو بند شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد رشید علامہ محمد مشاہد صاحب سلہٹی بنگلہ دیشیؒ نے اللہ کے نام پر قلم اُٹھایا اور آپ نے قرآن، حدیث، اقوالِ فقہاء، محققین اور تاریخ اسلام سے ثابت کرتے ہوئے کراچی کے فتویٰ کا مکمل و مدلل جواب تقریباً ساٹھ سال پہلے بزبان بنگلہ لکھا، جو بنگلہ زبان والے خاص وعام لوگوں کے لیے بہت مفید ہوا۔

اب بحمد اللہ نیویورک کے رہنے والے پروفیسر مولانا محبّ الرحمٰن سلہٹی بنگلہ دیشی علامہ محمد مشاہدؒ کے اس جواب کو چند نوجوان علماء سے بزبان اُردو ترجمہ کرا کے شائع کرا رہے ہیں۔

راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول فرمائے اور خاص وعام تمام حضرات کو اس سے مستفید فرمائے۔

(مولانا) ارشد مدنی
صدر جمعیۃ علماء ہند
وصدر المدرسین دار العلوم دیو بند

۱۳ر جنوری ۲۰۲۲ء
۹ر جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ

کلمۃ الناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین حمدًا یوافي نعمه ویکافئ مزیده، یا ربنا لك الحمد کما ینبغي لجلال وجهك وعظیم سلطانك، وبعد:

رمضان المبارک کی پاک راتوں میں قیام رمضان کی نیت سے تراویح، تہجد وغیرہ سنن اور نوافل باجماعت پڑھنے کا عمل حضور ﷺ، صحابہ کرام، سلف صالحین اور قرون مشہود لہا بالخیر کے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ خاص طور پر تراویح کے بعد آٹھ رکعات تہجد باجماعت پڑھنے کا عمل حرمین شریفین کے علاوہ دنیا کی بہت مساجد میں آج بھی پایا جاتا ہے۔ مذہب حنفی میں تہجد باجماعت پڑھنے کے سلسلے میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن حنفی مذہب کے مقتدی علماء میں سے بہت سے حضرات اور بزرگان دین نے باجماعت تہجد پڑھیں ہیں، موجودہ زمانہ میں بھی پڑھتے ہیں۔ برصغیر کے مقتدی علماء اور بزرگوں میں سے: حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ الہند حضرت محمود حسن دیوبندی، شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم نے باجماعت تہجد پڑھیں ہیں۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے تہجد باجماعت پڑھنا جائز ہونے پر ایک مفصل فتوی لکھا تھا، اور بذریعہ دلائل نقلیہ اس کو جائز ثابت کیا ہے اور قائلین عدم جواز کے قول کو مرجوح قرار دیا ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ کے فتوے کے خلاف دارالعلوم کراچی سے ایک فتوی شائع کیا گیا اس فتوی میں قرآن وحدیث کے بہت سے صحیح صریح نصوص کو اور فقہاء کے اقوال کو نذرانداز کیا گیا، خاص طور پر فقہ حنفی کے ترجمان امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی موطا میں قیام رمضان کے تعلق سے جو بات لکھی ہے اس کو بھی نذر انداز کیا گیا۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی موطا میں ارقام فرماتے ہیں۔ قال محمد: وبهذا كله نأخذ، لا بأس بالصلاة في شهر رمضان أن يصلي الناس تطوعا بإمام. (الموطأ للإمام محمد).

کراچی کے فتوے میں ان سب باتوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، بلکہ ان کو پس پشت ڈال کر نصف شب کے بعد باجماعت قیام رمضان کرنے کو بدعت اور مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ ہم ان حضرات سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر نصف شب کے بعد باجماعت قیام رمضان کرنا مکروہ تحریمی یا بدعت ہے تو کیا حرمین شریفین میں اتنی طویل مدت سے بدعت کا عمل ہو رہا ہے؟ اور علماء احناف میں سے جو حضرات باجماعت قیام رمضان کرنے کے قائل ہیں وہ بھی بدعتی ہیں؟!

دارالعلوم کراچی کا یہ فتوی منظر عام پر آنے کے بعد برصغیر کے محقق عالم دین، فخر علماء دیوبند، شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مشاہد صاحب سلہٹی بنگلہ دیشی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت صدمہ محسوس کیا، اور اللہ کے نام سے قلم اٹھایا۔ آپ نے قرآن، حدیث، اقوال فقہاء محققین اور تاریخ اسلام کے ذریعہ کراچی کے فتوی کا مدلل جواب لکھا، اور کراچی کے فتوے کی وجہ سے ملک میں جو خلفشار ہوا تھا اللہ کے فضل سے وہ ختم ہو گیا۔

ہم عام مؤمنین کے افادہ اور استفادہ کی خاطر یہ رسالہ شائع کر رہے ہیں، اللہ تعالی اس کو قبول فرمائے۔ (آمین)

پروفیسر محمد محب الرحمن

نیویورک، امریکہ

۲۶-۱۲-۲۰۲۱ء

عرض مولف

میں اپنی جان سے عزیز اللہ تعالی کا ایک نکما غلام ہوں۔ میری زندگی کے بے شمار گناہ سمندر میں موج مار رہے ہیں۔ میری مثال اس کتے کے مانند ہے جو اپنے آقا کے دربار پر گہری نیند میں غرق رہتا ہے۔ آقا کا دفع وزجر، حکم و منع سے اس کی نیند میں کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن جب اس کو پتہ لگتا ہے کہ آقا کے گھر پر کسی دشمن کے حملہ کا تو وہ بیدار ہو جاتا ہے، اور خوب زور شور اور طاقت کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوتا ہے، اور اس کی بھوں بھوں آواز سے دنیا کانپ اٹھتی ہے۔

اے میرے محبوب حقیقی اللہ تعالی! یقیناً مجھے احساس ہے کہ قیام رمضان کے تعلق سے گفتگو کرنا مجھ جیسے بے عمل کی شایان شان نہیں ہے، لیکن جب میں نے دیکھا کہ قرآن کریم کی سورہ مزمل کی آیتوں اور بخاری شریف کے قیام رمضان کے تحت مندرج احادیث کے ساتھ بندر کی کھیل کے مانند تماشہ کیا جا رہا ہے تو مجبور ہو کر قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کیا۔

آپ میری اس ناقص تحریر کو قبول فرما اور میری محنتوں کو ضائع نہ فرما۔ یہی میری دعا ہے۔

آپ کا غلام

محمد مشاہد (سلہٹی)

(جامعہ اسلامیہ) دار العلوم کنائی گھاٹ، سلہٹ، بنگلہ دیش

۲۵ - ٥ - ۱۳۷۳ بنگلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: عالی جناب حضرت اقدس مولانا محمد مشاہد صاحب! شیخ الحدیث دارالعلوم کنائی گھاٹ، سلہٹ۔

خدمت اقدس میں عرض ہے کہ: چند سال قبل ہمارے سلہٹ کی شاہی عید گاہ میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے سلسلہ میں علماء حضرات کے درمیان اختلاف ہوا تھا، اللہ کا فضل ہے کہ آپ نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال جائز ہونے کو عقلی اور نقلی دلائل سے ہمیں سمجھایا ہے، بنابریں یہ اختلاف ہمارے سلہٹ اور پورے پاکستان اور ہندوستان سے رفع دفع ہو گیا ہے۔

آپ کے فتوی کا خلاصہ دو باتیں تھیں۔(۱) نماز عیدین کے لئے عید گاہ میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز اور مستحسن ہے۔(۲) بڑی بڑی مساجد میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز بلکہ بہتر ہے؛ کیونکہ اس سے تمام مصلی امام کی قرآت سنیں گے اور زیادہ ثواب کے مستحق ہوں گے، لیکن لاؤڈ اسپیکر کی آواز بقدر ضرورت ہونی چاہئے۔

اب ایک اور اہم اور مختلف فیہ مسئلہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہیں، امید ہے کہ حضرت والا دلیل عقلی اور نقلی سے جواب مرحمت فرمائیں گے تاکہ علماء کے درمیان اس مسئلہ کے تعلق سے جو اختلاف ہے وہ بھی ختم ہو جائے۔

ہم نے قرآن پاک حفظ نہیں کر پایا، اور معلوم ہے کہ قرآن کریم کا نزول رمضان المبارک میں شروع ہوا ہے، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جبریل

امین علیہ السلام رمضان المبارک میں کلام پاک ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے، اس لئے ہم رمضان المبارک میں کلام پاک کی تلاوت سننے کے بہت خواہش مند ہیں۔ اس غرض سے نماز عشاء کے بعد قیام رمضان کی نیت سے یا تراویح کی نیت سے بیس (۲۰) رکعات نماز پڑھتے ہیں اور تراویح کے ذریعہ کلام پاک سنتے ہیں، لیکن ہم اس سے اسودہ نہیں ہوتے، لہذا قیام رمضان (جو لفظ حضور پاک ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہوا ہے) کی نیت سے رمضان شریف میں نصف شب کے بعد ایک اچھے حافظ صاحب کی اقتداء میں اور آٹھ رکعات نماز باجماعت پڑھتے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ نماز میں کلام پاک سننا بہت ثواب کا کام ہے۔

ایک گروہ علماء حضرات ہماری اس نصف شب کے بعد پڑھی جانے والی نماز کو بدعت اور مکروہ تحریمی کہتے ہیں، اور ان کا یہ کہنا ایک بڑے مفتی صاحب کے فتوی کی وجہ سے ہے۔

ہم آپ کی خدمت میں حضرت مدنی علیہ الرحمہ کا فتوی اور اس مفتی صاحب کا فتوی دونوں ارسال کر رہے ہیں اور ہم آپ کے فیصلہ کو آخری فیصلہ تسلیم کریں گے۔

المستفتی

قاری عبد الرحمٰن چودھری

راجاجی، سی، روڈ، بندر بازار سلہٹ، بنگلہ دیش

۲۵ - ۵ - ۱۳۷۳ بنگلہ

مقدمہ

جواب: وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب، سبحانک لا علم لنا إلا ما علمتنا إنک أنت العلیم الحکیم.آپ کے ارسال کردہ دونوں فتوے دیکھا ہے، پہلا فتوی یعنی حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کا فتویٰ بالکل صحیح ہے، حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کا دعوی یہ ہے کہ رمضان المبارک میں نصف شب کے بعد باجماعت نفل نماز پڑھنا مستحب یا سنت ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے نصف شب کے بعد باجماعت نماز پڑھی ہے آپ کے بعد صحابہ کرامؓ نے بھی اس طرح باجماعت نماز پڑھی ہے، حضرت مدنی کا یہ دعویٰ بالکل برحق ہے لیکن مختصر ہے۔(1)

---

(1) شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ مطالعہ کے لئے دیکھئے: فتاوی شیخ الاسلام ص ، جمع وترتیب: مفتی محمد سلمان منصورپوری صاحب زید مجدہ، مکتبہ دینیہ دیوبند، شیخ الاسلام نمبر ، روزنامہ الجمعیۃ دلی اور مکتوبات شیخ الاسلام۔ عبیداللہ اسعد قاسمی۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے اس کے ساتھ ایک اور جزوی دعوی یہ بھی کیا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے قیام رمضان کو سنت قرار دیا ہے اور ستائیسویں شب میں عشاء کے بعد سے لے کر فجر تک باجماعت قیام رمضان کر کے امت کو یہ تعلیم دی کہ رات کے پہلے حصہ میں باجماعت نفل نماز پڑھنا (جس کو عرف میں تراویح کہتے ہیں) اسی طرح آخری شب کے بعد باجماعت نفل نماز پڑھنا (جس کو عرف عام میں تہجد کہتے ہیں) اسی طرح عشاء کے بعد سے لے کر فجر تک باجماعت نفل پڑھنا: یہ سب صورتیں میری سنت قیام رمضان میں داخل ہیں، آپ علیہ السلام نے کسی محدود رکعات میں پڑھی جانے والی نماز کی جماعت کو یا کسی خاص کیفیت و نیت سے پڑھی جانے والی نماز کی جماعت کو قیام رمضان کی سنت ادا کرنے کے لئے متعین نہیں فرمایا ہے۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کا اصل دعوی اور جزوی دعوی دونوں برحق اور معقول ہیں لیکن اتنا مختصر ہے کہ آپ جیسی شخصیت یا آپ کے ہم پلہ عالم کے سوا اس مسئلہ کو سمجھنا اور اس کی تہہ تک پہنچنا مشکل ہے، لہذا اس کی قدرے وضاحت ہونی چاہئے۔

دوسرا فتوی

دوسرا فتوی پہلے فتوی کا بالکل مخالف ہے، اور اس کے کاتب دار العلوم کراچی کے مفتی صاحب ہیں، ان کا اصل دعوی یہ ہے کہ رمضان المبارک میں نصف شب

کے بعد باجماعت نفل پڑھنا (جب کہ جماعت میں چار سے زائد لوگ ہوں) بدعت اور مکروہ تحریمی ہے۔

اس فتویٰ میں اور دو باتیں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی:

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ تراویح نام کی ایک نماز ہے جو بیس رکعات میں محدود ہے، جو خاص تراویح کی نیت سے پڑھی جائے گی اور عشاء کے بعد ادا کی جائے گی، لہذا تراویح کے وقت، نیت، جماعت اور رکعتوں میں کمی زیادتی بڑا گناہ ہے، بدعت اور مکروہ تحریمی ہے۔ گویا تراویح نام کی نماز اسی نام اور اسی کیفیت کے ساتھ کسی پیغمبر صاحب کے اوپر نازل ہوئی ہے، جیسا کہ پانچ وقت کی فرائض اور سنن قبلیہ اور بعدیہ حضور ﷺ کے اوپر بذریعہ وحی نازل ہوئی تھی۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ: مفتی صاحب کی تحریر کردہ نماز کا اصل نام تراویح ہے، پس حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے جو قیام رمضان کا نام نکلا ہے اور اس کی اتباع میں حدیث کی اکثر کتابوں میں لکھا ہوا "باب قیام رمضان" اور ہدایہ وغیرہ بہت سی فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا "فصل فی قیام رمضان" یہ سب غلط ہوئے۔

ان سب کی تاویل کر کے قیام رمضان کا نام تراویح رکھا گیا ہے اور اس کے خلاف آخری شب میں باجماعت نماز پڑھنے کو بدعت اور مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے۔

تنقید

وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خلاف دار العلوم کراچی کے مفتی صاحب کا تحریر کردہ فتوی بالکل غلط اور غیر معقول ہے، اس فتویٰ میں پروپیگنڈا ہے اور عصبیت سے کام لیا گیا ہے، فتوی کے کاتبین تین عالم صاحبان ہیں، اور تینوں عثمانی خاندان سے تعلق رکھنے والے ہیں، ایک بات کو گھوما پھیرا کر مسودہ کے صفحات بڑھائے ہیں۔

ایک بابصیرت، ماہر عالم دین اس فتوی کو دیکھنے کے بعد کہنے پر مجبور ہوگا کہ یہ فتویٰ عثمانی خاندان کی طرف سے (خاندانی نفرت کی وجہ سے) حسینی خاندان پر صرف حملہ نہیں بلکہ حضرت حسینؓ کے نانا حضرت محمد ﷺ کی حدیث پاک اور آپ کے اسوہ پر ظاہری طور پر حملہ ہے اور جس ذات پاک نے آپ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس ذات پاک پر باطنی طور پر حملہ ہے، بلکہ اگر کوئی محقق عالم دین تحقیق کی نظر سے اس فتوی پر غور وخوض کرے تو اس کے سامنے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اس فتوی کے کاتبین باطنی طور پر خدا کی طرف سے مبعوث ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے؛ کیونکہ جب سنت وبدعت اور حلال وحرام ان مفتیوں کی اجازت پر موقوف ہے تو خدا کی طرف سے مبعوث ہونے کے دعوی کرنے میں کیا مانع رہا۔

علاوہ ازیں یہ فتوی اصول کے بھی خلاف ہے، قرآن پاک میں اس طرح حالات میں جن اصولوں کو اختیار کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ (جیسا کہ سورہ نساء میں ہے) اس فتوی میں ان اصولوں کو بھی پامال کیا گیا ہے۔

آہ! کیا ہی خطرناک منظر ہے کہ: ایک وہ شخص جس نے تقریبا اٹھارہ سال مسجد نبوی میں کامیابی کے ساتھ قرآن کریم اور حدیث پاک کی تعلیم دی ہے، پھر دنیا کے سب سے بڑے ادارہ: دار العلوم دیوبند میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوا اور آخری سانس تک نہایت عمدگی کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم دیتا رہا جب اس عالی مرتبت شخصیت نے یہ دعویٰ کیا کہ: حضور اقدس ﷺ ہمارے اسوہ ہیں، آپ نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں امت کو تعلیم دینے کی غرض سے عشاء کے بعد سے لے کر فجر تک نفل نماز باجماعت پڑھی ہے، اس کے علاوہ اور بہت راتوں میں آپ نے باجماعت نفل نماز پڑھی ہے آپ کے بعد صحابہ کرامؓ بھی آپ کی طرح باجماعت نفل پڑھتے رہے۔

صحیح بخاری، موطا وغیرہ کتب حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔[2]

پس رمضان المبارک میں عشاء کے بعد سے فجر تک یارات کے کسی حصہ میں جو نوافل

---

(2) حدثنا يحى بن بكير حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب أخبرني عروة أن عائشة أخبرته أن رسول الله ﷺ خرج ليلة من جوف الليل فصلى في المسجد وصلى رجال بصلاته فأصبح الناس فتحدثوا فاجتمع أكثر منهم فصلى فصلوا معه فأصبح الناس فتحدثوا فكثر أهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله فصلى فصلوا بصلاته فلما كانت الرابعة عجز المسجد عن اهله حتى خرج لصلاة الصبح فلما قضى الفجر أقبل على الناس فتشهد ثم قال أما بعد فإنه لم يخف عليّ مكانكم ولكني خشيت أن تفترض عليكم فتعجزوا عنها، فتوفي رسول الله والأمر على ذلك. (صلاة التراويح: باب فضل من قام رمضان، رقم الحديث: 2012، وصحيح مسلم، الرقم: 761).

باجماعت پڑھے جائیں گے یہ سب کے سب قیام رمضان کے مصداق ہونگے اور سنت یا مستحب کہلائیں گے۔

اس طرح مدلل جواب دینے کے بعد بھی اگر کوئی شخص نصف شب کے بعد پڑھی جانے والی باجماعت نماز کو بدعت یا مکروہ تحریمی کہنے کی جرأت کرتا ہے تو کیا اس کا ایمان صحیح رہتا ہے؟ (دیکھیں! سورۃ النساء: ۵۹، سورۃ النور: 50-51، تفسیر روح المعانی 5\76 اور تفسیر ابن کثیر 1\520)۔[3]

اصول کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی ماہر شیخ الحدیث (حضرت مدنیؒ کے مانند) کسی فعل یا قول کو حضور اقدس ﷺ کی طرف نسبت کر کے کہتا ہے کہ یہ عمل حضور ﷺ نے کیا ہے یا کہا ہے اور کسی کا عمل اس کے خلاف ہو تو اس کے لئے مندرجہ ذیل ضوابط ہیں:

([3]) قوله تعالى: فإن تنازعتم في شئ فردّوه إلى الله والرسول. قال مجاهد وغير واحد من السلف: أي إلى كتاب الله وسنة رسوله، وهذا أمر من الله عزوجل بأن كل شيء تنازع الناس فيه من أصول الدين وفروعه أن يرد التنازع في ذلك إلى الكتاب والسنة كما قال تعالى: وما اختلفتم فيه من شيء فحكمه إلى الله، فما حكم به كتاب الله وسنة رسوله وشهدا له بالصحة فهو الحق، وماذا بعد الحق إلا الضلال. ولهذا قال تعالى: إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الأخر أي: ردوا الخصومات والجهالات إلى كتاب الله وسنة رسوله فتحا كموا إليهما فيما شجر بينكم. (إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الأخر) فدل على أن من لم يتحاكم في مجال النزاع إلى الكتاب والسنة ولايرجع إليهما في ذلك فليس مؤمنا بالله ولاباليوم الأخر (ذلك خير) أي: التحاكم إلى كتاب الله وسنة رسوله والرجوع في فصل النزاع إليهما خير (وأحسن تأويلا) أي: وأحسن عاقبة. (سورة النساء: 59، تفسير ابن كثير).

(۱) آئمہ جرح وتعدیل اس حدیث پر کلام کیا ہے یا نہیں؟ اگر کیا ہے، تو معارض اسکو بیان کرے۔

(۲) قرآن کی آیت یا صحیح حدیث پیش کرے، اور اپنی حدیث کو ترجیح دیکر فریق مخالف کے دعوی کو باطل کرے۔

(۳) اور اگر اپنے دعوی پر صحیح حدیث نہ ہو یا حدیث کے تعلق سے اسے کوئی علم نہ ہو، تو ایسی صورت میں شیخ الحدیث کے دعوی کو ماننا ضروری ہے، ورنہ وہ کامل مؤمن نہیں رہے گا۔

اگر کوئی شخص کسی چیز پر بلا دلیل مکروہ تحریمی کا حکم لگاتا ہے، تو اس کے اندر ذرہ برابر بھی ایمان نہیں رہے گا کیونکہ مکروہ تحریمی شریعت مطہرہ کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی کسی چیز پر تحریم کا حکم نہیں لگا سکتا، اللہ تعالی نے اپنے رسول کے علاوہ کسی امام یا عالم کو اس کا اختیار نہیں دیا ہے، بلکہ قرآن کریم اور حدیث پاک میں ایسے فعل کو شرک قرار دیا گیا ہے۔

حضرت مدنیؒ کے دعوی کے خلاف کوئی عالم صبح قیامت تک کوئی صحیح حدیث پیش نہیں کر سکتا! اور حضرت نے اپنے دعوی پر جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ اتنی مضبوط اور صحیح ہیں کہ ان پر کسی طرح کا کوئی کلام نہیں ہے۔ بنا بریں دار العلوم کراچی کے مفتی صاحب کا دعوی اور دلیل دونوں اصول کے خلاف ہیں اور مفتی صاحب محض مذہب کی دہائی دے رہے ہیں۔

سورۃ المزمل میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے رات کی نماز باجماعت پڑھی ہے[4] اور بخاری شریف میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں نصف شب کے بعد قیام رمضان کیا ہے اور باجماعت کیا ہے۔[5] اب مفتی صاحب کس راہ اختیار کریں گے! بے راہ ہو کر مذہب کی دہائی رہے ہیں، لیکن اس راہ سے بھی مفتی صاحب بآسانی نہیں نکل پائیں گے، کیونکہ ہم مذہب سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کو جانتے ہیں اور مانتے بھی ہیں اور امام صاحب کے استنباطات اور مسائل ظاہری روایات کی چھ کتابوں (جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، مبسوط اور زیادات) میں لکھے ہوئے ہیں۔

میری معلومات کے مطابق مفتی صاحب کو ہزار کوششوں کے باوجود ظاہری روایات کی چھ کتابوں میں سے کسی کتاب میں بیس رکعتوں میں محدود نماز تراویح کے نام سے کسی نماز کا تذکرہ نہیں ملے گا۔ یہ بات صرف میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حنفی مذہب کے بڑے بڑے محدثین فقہاء حضرات نے بھی اسکی تصریح کی ہے۔

حنفی مذہب کے مشہور محدث، فقیہ، ملا علی قاریؒ مرقاۃ المفاتیح میں لکھتے ہیں: سب کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ آپ ﷺ نے تراویح کی نماز کو بیس رکعات میں محدود نہیں فرمایا ہے۔[6] آئمہ متقدمین میں سے بعض آئمہ و ترسمیت

([4]) سورۃ المزمل: ۲۰۔

([5]) تقدم تخریجه.

([6]) ومن ظن أن قيام رمضان فيه عدد معين موقت عن النبی لایزید ولا ینقص فقد أخطأ. - مرقاة (3: 973)، دار الفكر.

تینتالیس(۴۳) رکعات نفل باجماعت پڑھتے تھے، جب کہ بعض حضرات انتالیس ۳۹رکعات پڑھتے تھے، یہ سب صورتیں مستحسن ہیں۔ مرقاۃ المفاتیح بحوالہ حاشیہ بخاری(1: 269)۔

اور ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب: شرح نقایہ (1: 104) میں لکھاہے: بیس رکعات میں محدود نماز تراویح کا تذکرہ ظاہری روایات کی چھ کتابوں سے کسی کتاب میں نہیں ہے۔اس کے بعد آپ نے تعداد نماز تراویح کے سلسلہ میں بہت طویل گفتگو کی ہے۔آخیر میں لکھاہے : رات کے پہلے نصف میں بیس رکعات اور دوسرے نصف میں سولہ رکعات باجماعت پڑھنا جیسا کہ اہل مدینہ کا عمل ہے میں زیادہ مناسب سمجھتاہوں۔(انتہی)

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے اپنی مشہور کتاب: فتح الملہم (۲: ۳۱۹-۳۲۱) میں اس سلسلہ میں بہت طویل گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: نماز تراویح کسی متعین رکعات میں محدود نہیں ہے۔ مدینہ والوں کی طرح رات کے نصف اول میں عشاء کے بعد بیس رکعات اور نصف آخر میں سولہ رکعات پڑھنا ہی بہتر ہے،انتہی۔ ([7])

([7]) وأما عدد الركعات فلم يحد رسول الله ﷺ فيه بحد لايجوز التجاوز عنه. – فتح الملهم (4: 172)، المكتبة الأشرفية. يعني بالمدينة يقومون بست وثلاثين ركعة ويوترون بثلاث. وقال مالك: هو الأمر التقديم عندنا. قال على القاري في شرح النقاية: وجمع بين قوله وبين قول غيره بأن العشرين كانت أول الليل وست عشرة آخره كما عليه عمل أهل المدينة. – فتح الملهم (4: 175)، المكتبة الأشرفية.

ہمارے حنفی مذہب کے مشہور محدث وامام علامہ بدر الدین عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح البخاری میں لکھا ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

(۱) حضرت جابرؓ نے فرمایا: رمضان کی ان راتوں میں حضور اکرم ﷺ نے ہمیں آٹھ رکعات نفل نماز باجماعت پڑھائی ہیں۔ ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیحین میں اسکی تخریج کی ہے۔

(۲) بخاری شریف کی مذکورہ حدیث اور دیگر حدیثوں (جیسے: عتبان بن مالکؓ اور زید بن ثابتؓ کی حدیثیں جو بخاری شریف میں موجود ہیں اور میں نے ان حدیثوں کی شرح زیر تصنیف کتاب میں کی ہے) سے بالکل واضح ہے کہ رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی باجماعت نفل نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن گھر میں تنہا پڑھنا بہتر ہے۔

(۳) رمضان المبارک میں نماز تراویح اور اس کی رکعات کی تعداد اور جماعت کے تعلق سے ظاہری روایات کی چھ کتابوں میں سے کسی کتاب میں امام ابو حنیفہؒ سے کوئی قول مروی نہیں ہے۔ (کیونکہ اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کا عمل بالکل واضح ہے، اس لئے آپ نے اس تعلق سے کچھ کہنے کو ضروری نہیں سمجھا، جیسا کہ عقیقہ اور صلاۃ الاستسقاء وغیرہ کی جماعت کے تعلق سے کچھ نہیں کہا ہے)۔

(۴) حنفی مذہب کے متاخرین مشائخ میں سے چند حضرات جیسے: عیسی بن ابانؒ وغیرہ نے سب سے پہلے تراویح کے تعلق سے کلام کیا ہے۔ "ذخیرہ" نامی

کتاب میں لکھا ہے: ہمارے مشائخ میں سے اکثر حضرات نے اس نماز کی جماعت کو سنت کفایہ کہا ہے۔ عمدۃ القاری (3: 357)، باب قیام اللیل۔

(۵) علامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ تراویح کے تعلق سے بعض کتابوں میں یہ جو مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے رمضان شریف میں تئیس (۲۳) رکعات نماز پڑھی ہیں، یہ حدیث ضعیف ہے۔ (علامہ زیلعیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ ابن الہمامؒ وغیرہ حضرات نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے)۔

(۶) مسجد نبوی میں انتالیس (۳۹) رکعات نماز باجماعت پڑھی جاتی تھیں، حضرت امام مالکؒ نے کہا ہے: ایک سونو (۱۰۹) سال قبل سے آج تک مسجد نبوی میں انتالیس رکعات پڑھی جارہی ہیں۔ عمدۃ القاری (5: 355-357)۔

جاننا چاہئے کہ مذہب حنفی کے متاخرین آئمہ میں سے سب سے بڑے امام علامہ ابن الہمامؒ ہیں، علامہ شامیؒ نے "ردالمحتار" میں بارہا اس بات کا اقرار کیا ہے کہ علامہ ابن الہمامؒ مجتہدین میں سے ہیں، علامہ ابن الہمامؒ اپنی مشہور کتاب "فتح القدیر" (1: 333-335)۔ میں قیام رمضان کے تعلق سے تفصیلی گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) مذکورہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قیام رمضان سنت ہے، اور قیام رمضان وترسمیت گیارہ (۱۱) رکعات ہیں، حضور اکرم ﷺ نے اس نماز کو باجماعت پڑھایا ہے۔ (اور رات کے آخری حصہ میں پڑھایا ہے اور تین راتوں کا تذکرہ احادیث میں آیا ہے۔ جس کی تفصیل بخاری، مسلم، وغیرہ کتب حدیث میں صحیح سند سے

مروی ہے) آپ ﷺ کا اس طرح باجماعت نماز پڑھانے سے قیام اللیل دو بارہ فرض ہونے کا امکان تھا اس لئے آپ ﷺ نے صحابہ کی خواہش ہونے کے باوجود جماعت ترک کردی۔ آپ کی وفات کے بعد جب فرض ہونے کا احتمال باقی نہ رہا، اس لئے کہا جائے گا کہ یہ گیارہ رکعات نماز اصل سنت ہے اور سنت مؤکدہ ہے، لیکن مشائخ نے بیس (۲۰) رکعات والی نماز ہی کو سنت لکھا ہے۔

(۲) قیام رمضان کا وقت : عشاء کے بعد سے فجر تک کا ہے، اور اس کا افضل وقت رات کے نصف آخر ہے۔ کیونکہ اس نماز کا اصل نام صلاۃ اللیل ہے اور صلاۃ اللیل رات کے آخری حصہ میں ادا کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(۳) رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں نفل باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، اس لئے غیر رمضان میں نفل باجماعت کرنا بہتر نہیں ہے۔ (حوالہ بالا)

اوپر جن مشائخ کا تذکرہ کیا گیا ہے؛ ان میں سے اکثر حنفی ہیں، اور بڑے بڑے فقہاء اور محدیثن ہیں، اور علامہ ابن الہمام تو محدث، فقیہ اور مجتہد بھی ہیں۔ ان کی تحریرات سے ہم نے بہت معلومات حاصل کی ہیں۔ خصوصًا چند باتیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) شب رمضان کے نصف آخر میں حضور اکرم ﷺ نے آٹھ رکعات نماز باجماعت پڑھائی ہیں، جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے بالکل واضح ہے۔

(۲) ان آٹھ رکعتوں کی جماعت ہی اصل سنت ہے، اس نماز کی جماعت کو جو لوگ بدعت اور مکروہ تحریمی لکھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں، خالص توبہ کئے بغیر ان کی آنے والی زندگی اندھیری ہے۔

(۳) بیس (۲۰) رکعات میں محدود نماز تراویح کے تعلق سے امام ابو حنیفہؒ سے کوئی قول مروی نہیں ہے اور ظاہری روایات کی چھ کتابوں میں اس کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔ (اس تعلق سے صحیح، صریح حدیث موجود ہونے کی وجہ سے امام صاحب نے کچھ کہنے کو ضروری نہیں سمجھا)

(۴) بیس رکعات والی نماز تراویح کی بات امام ابو حنیفہ کے بعد والے مشائخ نے لکھا ہے۔ نماز تراویح کی تعداد کی تحدید امام صاحب کے اصل مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۵) رمضان المبارک میں عشاء کے بعد سے فجر تک باجماعت نفل پڑھنا جائز اور سنت ہے، اور یہ بیس رکعات میں محدود نہیں ہے۔ مسجد نبوی میں حضرت امام مالکؒ کی وفات سے سو سال قبل سے چھتیس (۳۶) رکعات نماز باجماعت پڑھنے کا سلسلہ چلا آرہا ہے اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اور حضرت شیخ الاسلام مدنی علیہما الرحمہ کے زمانہ تک بغیر کسی اختلاف کے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔

(۶) رمضان المبارک کے علاوہ نفل نماز باجماعت پڑھنا بہتر نہیں ہے، بالفاظ دیگر مکروہ تنزیہی ہے۔[8] جنہوں نے بدعت یا مکروہ تحریمی لکھا ہے سخت غلطی کی اور حد سے تجاوز کیا ہے۔ اصول کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب تک قرآن کریم کی کسی آیت یا صحیح حدیث میں کسی چیز کے تعلق سے نہی وارد نہ ہو تب تک کسی

---

(۸) الجماعة في النفل في غير رمضان مكروه، وفي بعض الحواشي قال بعضهم: لو صلاها بجماعة في غير رمضان له ذالك. – فتح القدير (1: 487)، المكتبة الرشيدية.

عمل یا فعل کو مکروہ تحریمی نہیں کہا جا سکتا۔ ردالمحتار (1: 87) میں ہے: اگر کوئی اس طرح کرے تو بیشک اس نے شریعت مطہرہ میں دخل اندازی کی ہے۔ کیا دار العلوم کراچی کے فتوی لکھنے والے صبح قیامت تک اس سلسلہ میں کوئی نہی جو اللہ تعالی یا اس کے رسول ﷺ سے وارد ہوئی ہو دیکھا سکیں گے؟ نہیں، نہیں، ہر گز نہیں! بلکہ وہ کلام پاک اور حدیث رسول کو اپنے مخالف پائیں گے۔

اس لئے محقق علماء نے لکھا ہے کہ جب رمضان کے علاوہ دوسرے وقت میں باجماعت نفل نماز پڑھنے کا معمول آپ ﷺ کا نہیں تھا، بلکہ گاہ بہ گاہ باجماعت پڑھا ہے۔ اس لئے ہم اس عمل کو "بہتر نہیں" کہیں گے۔ جن کی ہمت زیادہ ہے انہوں نے مکروہ لکھا ہے، لیکن آج تک کوئی محقق عالم نے مکروہ تحریمی لکھنے کی جرأت نہیں کی۔ اس طرح کی جرأت کراچی کے مفتی صاحب نے کی ہے۔ اس سے پہلے لاؤڈاسپیکر کے استعمال کے تعلق سے جرأت دیکھائی تھی، اور کچھ دن قبل امارۃ النساء کے تعلق سے بھی جرأت دیکھا رہے تھے۔

(۷) کراچی کے فتوی میں مذہب کی جو دہائی دی گئی ہے، وہ بے معنی، بے بنیاد اور محض پروپیگنڈا ہے۔

تنبیہ

اگر کوئی کہے کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مذہب ابو حنفیہؒ کی اصول کی کتابوں میں بیس رکعات میں محدود نماز تراویح کا ذکر نہیں ہے، لیکن ہم بہت کتابوں

میں دیکھتے ہیں کہ حسن بن زیادؒ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں جس میں بیس رکعات کا تذکرہ ہے؟ تو میں جواب میں صرف یہ کہوں گا کہ تراویح کے سلسلہ میں حسن بن زیادؒ کی جو روایت امام ابو حنیفہؒ سے مختلف کتابوں میں مروی ہے، اس کے الفاظ میں اختلاف ہے، ان میں سے سب سے اعلی اور معتبر کتاب کی عبارت کا ترجمہ پیش خدمت کرتا ہوں، جس سے آپ کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ حسن بن زیادؒ کی روایت میں بھی بیس رکعات تراویح کا تذکرہ نہیں ہے: حسام شہید روایت کرتے ہیں حسن بن زیادؒ سے اور حسن بن زیادؒ ابو حنیفہؒ سے کہ: قیام رمضان سنت ہے اس کو ترک کرنا صحیح نہیں ہے۔انتہی (اتحاف: 414/3)۔

حسن بن زیادؒ نے امام صاحب سے جو روایت کی ہے، اس سے ہم متفق ہیں، ہمارا اختلاف صرف تحدید میں ہے، اس لئے ہم نے نماز تراویح کو بیس رکعات میں محدود کرنے کو غلط اور غیر معقول کہا ہے، پس رات کے نصف اول میں بیس رکعات باجماعت پڑھنا اور نصف آخر میں باجماعت آٹھ رکعات پڑھنا یا عشاء کے بعد سے لیکر فجر تک جتنی رکعتیں چاہیں باجماعت پڑھنا: سب سنت رسول ہیں اور ہم اس کا یقین بھی کرتے ہیں۔

اب ہم عالمی شہرت یافتہ چند علماء حضرات کے اقوال اور رائے پیش کرتے ہیں، علامہ زبیدی حنفیؒ نے لکھا ہے: مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے: داوٗد بن قیس نے کہا: 86 ہجری میں عمر بن عبد العزیزؒ جب مدینہ منورہ میں امیر منتخب ہوئے، اسوقت مسجد نبوی میں انتالیس رکعات نماز باجماعت پڑھی جاتی تھیں، یہ عمل میں نے بچشم

تجدید کیا ہے۔ (عمر بن عبد العزیزؒ کو تمام علماء باتفاق رائے مجددؒ امت قرار دیا ہے، اس وقت مسجد نبوی دنیا کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی تھی)

بیت اللہ شریف میں بیس رکعات ہوتی تھیں، لیکن اہل مکہ ہر چار رکعات کے بعد طواف کرتے تھے، اور طواف کا دوگانا بھی ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد جماعت شروع ہوتی تھی، (اس طرح رات کا اکثر حصہ قیام رمضان میں صرف کرتے تھے) مدینہ منورہ میں چونکہ طواف کی کوئی صورت نہیں، ہے اس لئے وہ حضرات چھتیس (۳۶) رکعات باجماعت پڑھتے تھے۔

امام حلیمیؒ منہاج میں لکھتے ہیں: بیت اللہ کی اتباع میں جو لوگ بیس رکعات پڑھیں گے، ان کا یہ عمل جائز اور مستحب ہوگا اسی طرح جو حضرات مسجد نبوی کی اتباع میں چھتیس (۳۶) رکعات پڑھیں گے ان کا یہ عمل بھی جائز اور مستحب ہے۔ لیکن قیام رمضان کا اصل مقصد: جان سے عزیز اللہ رب العزت والجلال کے سامنے بحالت نماز کھڑے ہو کر کلام پاک کی تلاوت کرنا یا سننا ہے، لہذا جو حضرات اس نیک نیت اور بلند مقصد سے رمضان کی راتوں میں جتنی زیادہ محنت و مجاہدہ کریں گے، اتنی زیادہ اللہ کی تعریف کے مستحق ہوں گے۔ رکعتوں کی کمی و زیادتی مستحق تعریف کا معیار نہیں ہے۔

امام ولی الدین عراقیؒ نے لکھا ہے: ان کے والد مسجد نبوی کے امام تھے، اس وقت وہ عشاء کے بعد بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے، اور پورے مہینہ میں ایک مرتبہ کلام پاک ختم کرتے تھے، پھر رات کے آخری حصہ میں سولہ رکعات پڑھاتے تھے اور پورے مہینہ میں ایک اور ختم کرتے تھے، اس طرح آپ پورے مہینہ میں دو

ختم کرتے تھے (اتحاف 3\421-423) اور ص 424 میں امام ابراہیم حلبی کی کتاب "غنیہ" سے ایک عبارت نقل کی، اس میں ہے کہ "زیادہ لوگوں کو ساتھ لے کر نفل نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے" آپ نے ابراھیم حلبیؒ کی اس بات کو بذریعہ دلائل رد کیا ہے۔ انتہی

اب اور دو علامہ صاحبان کے اقوال نقل کر رہا ہوں: میں قاضی شوکانی کو بڑے درجہ کا عالم نہیں مانتا ہوں، کراچی کے فتوی (ص: ۱۸) میں اپنا مقصد حاصل کرنے کی غرض سے شوکانی کی ایک بات کی بہت اہمیت دی گئی ہے، لیکن شوکانی نے بحث کے آخر میں جو بات لکھی ہے اسکو نظر انداز کر دیا گیا، اسکو نہیں لکھا، اس لئے اس عبارت کو یہاں لکھنا ضروری سمجھتا ہوں، آپ نے لکھا ہے: تمام حدیثیں قیام رمضان جائز (سنت) ہونے پر دلالت کر رہی ہیں، لیکن جنہوں نے تراویح کو بیس رکعات میں محدود مانا ہے، ان کی دلیل حضور ﷺ کی کسی حدیث میں نہیں ملی۔ نیل الاطار (3: 46)۔

قرون متوسطہ کے سب سے بڑے اور معتدل مزاج عالم علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ: رمضان کی راتوں میں بعض سلف صالحین چالیس (۴۰) رکعات نفل اور تین رکعات وتر باجماعت پڑھتے تھے، اور بعض چھتیس رکعات نفل اور تین رکعات وتر باجماعت پڑھتے تھے، ان کے یہ سب اعمال جائز اور مستحسن اور قابل تحسین ہیں، اور جو لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے قیام رمضان کو

ایک مخصوص نماز کے ساتھ خاص کر دیا ہے، جس میں کمی وزیادتی کی گنجائش نہیں ہے انہوں نے بہت بڑی غلطی کر ڈالی، انتہی۔ (9)

(مقدمہ پورا ہوا)

---

(۹)قال ابن تيمية الحنبلي: اعلم أنه لم يوقت رسول الله ﷺ في التراويح عددا معينا بل لايزيد في رمضان ولافي غير على ثلاث عشرة ركعة لكن كان يطيل الركعات، فلما جمعهم عمر على أبيّ كان يصلي بهم عشرين ركعة ثم يوتر بثلاث وكان يخفف القراءة بقدرما زاد من الركعات لأن ذلك أخف على المأمومين من تطويل الركعة الواحدة ثم كان طائفة من السلف يقومون بأربعين ركعة ويوترون بثلاث وأخرون بست وثلاثين وأوتر وا بثلاث. وهذا كله حسن سائغ ومن ظن أن قيام رمضان عدد معين موقت عن النبي ﷺ لايزيد ولاينقص فقد أخطأ. – فتح القدير (3: 972)، دار الفكر بيروت.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله سيدنا محمد وعلى اله وصحبه أجمعين. وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب.

دونوں فتووں پر تفصیلی گفتگو

مقدمہ میں کہا گیا ہے: (۱) سنن قبلیہ اور سنن بعدیہ کی حضور اکرم ﷺ نے رکعتوں کی تعداد متعین کر کے بیان فرمایا ہے (ترمذی، نسائی، اور مسند اُحمد میں اس کی تفصیل موجود ہے) لیکن قیام رمضان کی رکعتوں کو اس طرح متعین کر کے بیان نہیں فرمایا۔

(۲) قیام رمضان کے سلسلہ میں حضور اقدس ﷺ کا بالکل واضح اسوہ موجود ہونے کی وجہ سے ظاہری روایات کی چھ کتابوں میں امام ابو حنیفہؒ سے کوئی روایت مروی نہیں ہے، پھر جب شیعہ حضرات نماز تراویح کو بدعت عمری کہنے لگے تو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حسن بن زیادؒ سے صرف یہ بات بیان فرمائی کہ قیام رمضان سنت ہے، اس کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔ (یعنی یہ نماز بدعت عمری نہیں ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کا اسوہ اور سنت ہے)

(۳) اب میں اللہ ارحم الراحمین، قادر مطلق کے نام سے امام محمد علیہ الرحمہ نے موطا میں جو بات لکھی ہے اس کو آپ کی خدمت میں پیش کروں گا، اس کے ساتھ

اس کی تشفی بخش تشریح بھی کروں گا، تاکہ فقہ اور حدیث دونوں حیثیتوں سے اس مشکل مسئلہ کا حل نکل آئے، کیونکہ امام محمدؒ جس طرح حدیث کے امام ہیں، اسی طرح فقہ کے بھی امام ہیں، بلکہ حقیقی معنی کے آپ فقہ حنفی کے بانی ہیں، حنفی مذہب کی وہ بنیادی کتابیں جو ظاہری روایات سے مشہور ہیں یہ آپ کی تصنیفات ہیں، آپ کی ان تصنیفات کی بدولت حنفی مذہب کی شہرت اور مقبولیت دنیا میں ہوئی ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مذہب کیا ہے؟ اس کے اصل مراجع ظاہری روایات کی چھ کتابیں: جن کا نام مقدمہ میں گذرا ہے اور امام محمد کی موطا ہیں، اور مشایخ کی مسندات اصل مراجع نہیں ہیں، کیونکہ مشایخ میں سے بعض سنی تھے جب کہ بعض معتزلی بھی تھے اور بعض حدیث کے تعلق سے علم رکھتے تھے اور بعض بے خبر تھے، بعض حضرات نے تو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ بہت صحابہ کرامؓ کی صحیح حدیث موجود ہونے کے باوجود اپنی عقل اور قیاس کو ترجیح دی ہے، وغیرہ وغیرہ، جن علماء کو حدیث اور فقہ اور ان کے اصول کے تعلق سے شعور ہیں وہ ان سب باتوں کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

امام محمدؒ علم فقہ حضرت ابو حنیفہؒ سے حاصل کیا ہے اور علم فقہ میں آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف بھی کی ہیں۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کی ہجرت کے بعد سے امام مالکؒ کی وفات (179) تک مسجد نبوی اسلامی دنیا کی سب سے بڑی تعلیم گاہ تھی، اس لئے امام محمدؒ امام مالکؒ کے پاس موطا مالک پڑھنے کی غرض سے مسجد نبوی میں چلے گئے اور تین سال تک حدیث پڑھتے رہے اور امام مالکؒ کی موطا کی اتباع میں ایک

اور موطا بھی لکھی جو آج کی دنیا میں موطا محمد سے مشہور ہے۔ اب میں اللہ کی امداد وتوفیق سے موطا محمد کی اصل عبارت کا بنگالی زبان میں ترجمہ کرنے جا رہا ہوں، ساتھ ساتھ اس کی تشفی بخش تشریح بھی کروں گا، تشریح بین القوسین میں رکھی گئی ہے۔

باب قیام شهر رمضان وما فيه من الفضل یعنی اس باب میں اس بات کو ذکر کروں گا کہ قیام رمضان کے تعلق سے حضور اکرم ﷺ کا اسوہ کیا تھا اور قیام رمضان کی فضیلت کے تعلق سے کیا فرمایا ہے؟

موطا کی حدیث

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ اچانک حضور اکرم ﷺ حجرہ مبارکہ سے نکل کر مسجد نبوی میں تشریف لے گئے، اور نماز پڑھانا شروع کر دیا، بہت صحابہ کرام جماعت میں شریک ہوئے، دوسری رات مصلیوں کی تعداد بڑھ گئی، تیسری یا چوتھی رات نمازیوں کی تعداد اور زیادہ دیکھ کر آپ ﷺ حجرہ مبارکہ سے نہیں نکلے، فجر کی نماز کے بعد صحابہ کو یہ کہہ کر تسلی دی؛ اس طرح اہمیت اور پابندی کے ساتھ قیام رمضان کرنے سے تمہارے اوپر قیام رمضان فرض ہونے کا امکان ہے، اس وجہ سے رات میں حجرہ سے نہیں نکلا ہوں۔ یہ واقعہ رمضان المبارک کا ہے۔ (انتہی) ([10])

([۱۰]) عن عائشة أن رسول الله ﷺ صلى في المسجد فصلى بصلاته ناس ثم كثروا من القابلة ثم اجتمعوا الليلة الثالثة أوالرابعة فكثروا فلم يخرج إليهم رسول الله ﷺ. فلما

یہ حدیث: حدیث کی اکثر کتابوں میں ''قیام اللیل'' کے باب میں موجود ہے، جب کہ بعض نے قیام رمضان کے باب میں بھی ذکر کی ہے۔ اب میں بخاری شریف کے قیام رمضان کے باب میں ذکر کردہ حدیث کا ترجمہ لکھ رہا ہوں: حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رمضان کا مہینہ تھا، آدھی رات میں آپ ﷺ حجرہ سے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھانا شروع کر دیا، بہت صحابہ جماعت میں شریک ہوئے، دوسری رات میں اور زیادہ صحابہ جمع ہوئے اور تیسری رات ایک جم غفیر صحابہ کو ساتھ لے کر آپ نے نماز پڑھی، چوتھی رات میں صحابہ کی اتنی تعداد جمع ہوئی کہ مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی، لیکن اس رات آپ ﷺ مسجد میں تشریف نہیں لے گئے، نماز فجر کے بعد صحابہ سے فرمایا: اگر میں ہر رات تمہیں لے کر اس طرح نماز پڑھوں تو یہ نماز تمہارے اوپر فرض ہو جانے کا امکان ہے، فرض ہو جانے کے بعد یہ ادا کرنا ہر ایک کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات تک یہ صورت رہی۔(11)

أصبح قال: قد رأيت الذي قدصنعتم البارحة فلم يمنعني أن أخرج إليكم إلاّ أن خشيت أن يفرض عليكم وذلك في رمضان. (الموطأ لمحمد).

(11) حدثنا يحى بن بكير حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب أخبرني عروة أن عائشة أخبرته أن رسول الله ﷺ خرج ليلة من جوف الليل فصلي في المسجد وصلى رجال بصلاته فأصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اكثرمنهم فصلى فصلوا معه فأصبح الناس فتحدثوا فكثر أهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله فصلى فصلوا بصلاته فلما كانت الرابعة عجز المسجد عن أهله حتى خرج لصلاة الصبح فلما قضى الفجر أقبل على الناس فتشهد ثم قال أما بعد: فإنه لم يخف علي مكانكم ولكنى خشيت أن تفترض عليكم فتعجزوا عنها فتوفى رسول الله والأمر

بخاری کی دوسری جگہ: قیام رمضان کی جگہ صلاۃ اللیل کا لفظ ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے بعض روایات میں: قیام رمضان کا لفظ موجود ہے۔ فتح الباری(3: 11)

خلاصہ کلام

صلاۃ اللیل، قیام اللیل، قیام رمضان، تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کا مختلف نام ہے۔

مذکورہ حدیث: حدیث کی بہت کتابوں میں موجود ہے اور سب حدیثین اس بات کی گواہ ہیں کہ (۱) حضور اکرم ﷺ نے یہ نماز رمضان المبارک کی نصف شب کے بعد جم غفیر صحابہ کو لے کر پڑھی ہے (۲) صرف فرض ہونے کے احتمال سے آپ نے جماعت ترک کی۔

احتمال فرض کی چند وجوہ

(۱) امام خطابیؒ نے لکھا ہے: قیام لیل کی نماز حضور اکرم ﷺ پر فرض تھی، اگر امت بھی پوری مستعدی کے ساتھ قیام رمضان کا اہتمام شروع کردے تو ان پر بھی قیام لیل فرض ہونے کا احتمال ہے۔

على ذلك. – صحيح البخاري (1: 269)، صلاة التراويح: باب فضل من قام رمضان، رقم الحديث: 2012، وصحيح مسلم، الرقم: 761.

(۲) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمائی : قیام لیل سورہ مزّمل کی ابتدائی آیتوں کے ذریعہ فرض کیا گیا تھا، پھر ایک سال بعد پنج وقتہ نماز فرض ہوگئی تو سورہ مزمل کی آخری آیت نازل کرکے قیام لیل کی فرضیت منسوخ کردی گئی اور قیام لیل کو نفل بنادیا گیا۔ [12]

اب اگر امت پوری تیاری اور مستعدی کے ساتھ قیام اللیل ادا کرے اور حضور ﷺ اس کی تائید کرتے رہے، اور ہر روز باجماعت یہ نماز پڑھتے رہے، تو کم از کم رمضان مین یہ نماز فرض ہوجانے کا احتمال ہے مذکورہ دونوں توجیہ صرف ان اماموں کی تائید کرتی ہیں جو نماز وتر کے سنت ہونے کے معتقد ہیں، لیکن چونکہ امام ابو حنیفہؒ نماز وتر کے عملی فرض ہونے کے معتقد ہیں، اس لئے ان کے نزدیک ایک اور توجیہ بیان کرنی پڑے گی اور اس توجیہ کو میں سب سے زیادہ معقول سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ :

(۳) اللہ تعالی نے سورہ مزمل میں فرمایا: اے محمد! میں جانتا ہوں کہ آپ پنج وقتہ نماز فرض ہوجانے کے بعد بھی ایک جماعت صحابہ لے کر قیام لیل کرتے ہیں، بعض راتوں میں دو تہائی اور بعض راتوں میں آدھی رات جب کہ بعض راتوں

---

(12) قالت عائشة: فإن الله افترض قيام الليل في أول هذه السورة فقام نبي الله وأصحابه حولا وأمسك الله خاتمتها اثني عشر شهرا في السماء حتى أنزل الله في آخر هذه السورة التخفيف فصار قيام الليل تطوعًا بعد فريضة. – صحيح مسلم (1: 156)، كتاب صلاة التراويح وقصرها، الرقم: 746، دار ابن الجوزي. قال الحافظ: إن صلاة الليل كانت واجبة عليه ﷺ، وأفعاله الشرعية يجب على الأمة الاقتداء به فيها يعني عند المواظبة فترك الخروج اليهم لئلا يدخل ذلك في الواجب من طريق الأمر بالاقتداء به لامن طريق إنشاء فرض جديد زائدٍ على الخمس، الخ. – فتح الباري (3: 17)، دارالحديث – القاهرة).

میں ایک تہائی رات قیام لیل کرتے ہیں، میں آہستہ آہستہ امور اسلام میں اضافہ کرتا جارہا ہوں، ایک ساتھ دین اسلام کی اتنی بڑی ذمہ داری اور دوسری طرف امور خانہ کی ذمہ داری انجام دینے کے بعد، رات میں طویل وقت تک جان سے عزیز اللہ تعالی کے سامنے قیام کرکے کلام پاک کی تلاوت کرنا آپ پر بھاری ہوجائے گی، پس آپ آئندہ ایسا نہ کریں! بلکہ جتنا آسان ہو کلام پاک تلاوت کریں! تاکہ پنج وقتہ نماز اور مسلمانوں کے جملہ امور کو انجام دینے میں کوئی قصور واقع نہ ہو۔ (13)

سورہ مزمل کی مذکورہ اس آیت کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضور پاک ﷺ نے فرمایا: تمہیں صلاۃ اللیل پڑھنی ہوگی، اگرچہ بکری دھونے کے وقت کے مقدار ہو اور عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد رات کے جس حصہ میں جو نماز پڑھی جائے گی وہ صلاۃ اللیل شمار ہوگی۔(14) (طبرانی، حافظ ذکی الدینؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)۔

مذکورہ دونوں دلیلوں میں غور وفکر کرنے کے بعد معلوم ہوتی ہے:

سورہ مزمل کی ابتدائی آیتوں سے امت پر تقریباً آدھی رات تک قیام اللیل فرض کیا گیا تھا، پھر پنج وقتہ نماز فرض ہونے کی وجہ سے قیام اللیل امت پر بھاری

---

(13) سورة المزمل: ٢٠ مع التفسير.

(14) عن إياس بن معاوية المزني أن رسول الله ﷺ قال: لابد من صلاة بليل ولوحلبة شاة وما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل. (رواه الطبراني، رواته ثقات إلا محمد بن إسحاق فإنه مختلف فيه، وحديثه حسن كما ذكره الحافظ المنذري وغيره. – حلبة المجلي وبغية المهتدي في شرح منية المصلى (2: 565)، كتاب الصلاة، الفصل الرابع عشر في صلاة الليل، دار الكتب العلمية.

ہو گیا، اس لئے سورہ مزمل کی آخری آیت نازل کر کے طویل قیام منسوخ کر دیا گیا، کچھ وقت قیام اللیل کرنے کی فرضیت اب بھی باقی ہے، اس لئے حضرت امام ابو حنیفہؒ صلات وتر کو عملی فرض کہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: پہلے تقریباً آدھی رات تک قیام اللیل فرض تھا، پھر پنج وقتہ نماز فرض ہو جانے کی وجہ سے قیام اللیل منسوخ کر دیا گیا اور چھوٹی چھوٹی تین رکعات (وتر) واجب کر کے باقی قیام اللیل مستحب قرار دے دیا گیا، اب اگر ماہ رمضان میں امت پوری تیاری اور مستعدی کے ساتھ باجماعت قیام رمضان کرے اور رسول ﷺ امت کی رغبت قبول کریں اور روزانہ باجماعت نماز پڑھائے تو ہو سکتا ہے کہ کم از کم رمضان کی راتوں میں آدھی رات تک قیام رمضان فرض ہو جائے اور امت کے بعضوں پر ادا کرنا دشوار ہو جائے، اس لئے حضور پاک ﷺ روزانہ جماعت کرنے کیلئے تیار نہیں ہوئے۔

حافظ ابن حجرؒ، امام ابن الہمامؒ اور دوسرے محقق علماء حضرات نے باتفاق رائے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد قیام اللیل فرض ہونے کا امکان بالکلیہ ختم ہو گیا ہے، اس لئے قیام اللیل اور اس کی جماعت اس امت پر سنت مؤکدہ ہو گئی ہے[15]، کیونکہ موطا محمد کی مذکورہ حدیث اور بخاری و مسلم کی بہت سی حدیثوں سے

([15]) والأصح أنها سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين. - فتح القدير (1: 487)، المكتبة الرشيدية.

یہ بات واضح ہو گئی کہ قیام رمضان دو بارہ فرض ہو جانے کے احتمال کی وجہ سے آپ ﷺ نے روزانہ باجماعت قیام رمضان نہیں فرمایا ہے۔

موطا کی دوسری حدیث

حضرت ابو سلمہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا: حضور پاک ﷺ رمضان کی راتوں میں کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضور پاک ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، چار رکعات پڑھتے تھے۔ ان چار رکعتوں کی لمبائی اور حسن کے بارے میں مت پوچھیئے! اس کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے، اس کے بعد تین رکعات وتر پڑھتے تھے، میں نے پوچھا اے اللہ کا رسول! آپ وتر پڑھے بغیر کیسے سو جاتے؟ فرمایا: میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا۔(16) (یہ حدیث بخاری، مسلم وغیرہ کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ امام محمد، امام بخاری وغیرہ فقہاء و محدثین نے حضور ﷺ نے جو تین راتوں میں باجماعت نماز پڑھائی ہیں، ان کی تعداد متعین کرنے کیلئے اس حدیث پر

---

(١٦) حدثنا إسماعيل قال حدثني مالك عن سعيد المقبري عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه سأل عائشة كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ في رمضان، فقالت ماكان يزيد في رمضان ولافي غيره على إحدى عشرة ركعة يصلى أربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلى أربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلى ثلاثا فقلت: يارسول الله! أتنام قبل أن توتر. قال: ياعائشة! إن عينيَّ تنامان ولاينام قلبي. (الموطا لمحمد ص 142، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان ومافيه من الفضل، أشرفي بك دبو – ديوبند.

اعتماد کیا ہے۔اس کے علاوہ رکعتوں کی تعداد کے سلسلہ میں ایک صریح حدیث موجود ہے:

حضرت جابرؓ نے فرمایا: ان راتوں میں حضور ﷺ نے ان کو آٹھ رکعات اور وتر باجماعت پڑھائی ہے۔[17] (اس حدیث کی ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہا اللہ نے اپنی صحیحین میں تخریج کی ہے، حافظ جمال الدین زیلعیؒ نے اس حدیث کو نصب الرایہ (2: 152) میں نقل کیا ہے مگر آپ نے اس پر کوئی جرح نہیں کیا، اسی طرح حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور ابن الہمام نے فتح القدیر میں اس حدیث کو نقل کیا ہے مگر اس کی کوئی ضعف بیان نہیں فرمائی، علامہ بدر الدین عینیؒ نے بھی اس طرح نقل کیا ہے۔

موطا کی تیسری حدیث

موطا محمد میں ہے: حضرت ابو سلمہ سے مروی ہے کہ حضرت اقدس ﷺ صحابہ کو قیام رمضان کی ترغیب فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو شخص یقین اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کرے گا اللہ تعالی اس کے تمام گناہ معاف فرمادیں

[17] عن جابر بن عبد الله أنه عليه السلام قام بهم في رمضان فصلى ثمان ركعات وأوتر ثم انتظروه من القابلة فلم يخرج إليهم فسألوه فقال: خشيت أن يكتب عليكم الوتر. (نصب الراية (2: 153)، المكتبة الأشرفية، كتاب الصلاة: باب قيام شهر رمضان).

گے۔[18] (یہ حدیث بخاری، مسلم وغیرہ کتابوں میں صحیح اور متصل سندوں کے ساتھ مروی ہے، موطا میں حضرت ابو ہریرہ کا نام نہ لینے سے جو کمی رہ گئی تھی وہ بخاری اور مسلم کی حدیث سے پور ہوگئی، حضرت امام محمدؒ اور دوسرے فقہاء و محدثین نے قیام رمضان سنت ہونے کی دلیل اس حدیث کو بتلایا ہے)۔

تنبیہ

امام محمدؒ کی مذکورہ تینوں حدیثوں اور ان کی تشریحات سمجھ لینے کے بعد روز روشن کی طرح درج ذیل امور معلوم ہوتی ہیں:

(۱) حضور اقدس ﷺ نے رمضان المبارک کے نصف آخر میں وتر سمیت گیارہ رکعات باجماعت پڑھی ہیں۔

(۲) صرف فرض ہونے کے احتمال سے روزانہ آپ ﷺ نے جماعت نہیں کی، ورنہ آپ روزانہ جماعت کرتے۔

(۳) حضور ﷺ کی وفات کے بعد احتمال فرض باقی نہ رہنے کی وجہ سے امت پر یہ نماز سنت ہوگئی۔

(۴) حضرت امام محمدؒ نے اس نماز کو قیام رمضان کے نام سے موسوم کیا ہے، تراویح کے نام سے نہیں۔

[18] أخبرنا مالك حدثنا الزهري عن أبي سلمة بن عبد الرحمن بن عوف ان رسول الله ﷺ كان يرغب الناس في قيام رمضان من غير ان يامر بعزيمة فيقول: من قام رمضان إيمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه. قال ابن شهاب فتوفي النبي ﷺ والأمر على ذلك. (الموطا للإمام محمد: كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان وما فيه من الفضل، ص 142، المكتبة الأشرفية).

(۵) اس باب کے اخر میں امام محمدؒ اپنی رائے پیش کرتے وقت اس نماز کی جماعت کو بیس رکعات یا دوسری کسی تعداد میں محدود نہیں کی۔

(۶) بیس رکعات کی تحدید کے ساتھ جس طرح امام ابو حنیفہؒ کا کوئی تعلق نہیں ہے اسی طرح امام محمدؒ کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۷) قرآن کریم اور حدیث پاک میں بھی بیس رکعات کی تحدید کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

موطا کی چوتھی حدیث (اثر)

(۴) عبد الرحمٰن بن عبد القاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد نبوی کے قریب سے گزرا تو دیکھا کہ لوگ مسجد میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ رہے ہیں، بعض حافظ صاحب کے پیچھے زیادہ لوگ ہیں اور بعض کے پیچھے کم، اور بعض تنہا تنہا نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ کی قسم اگر میں ان لوگوں کو کسی ایک حافظ صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا انتظام کردوں تو بہتر ہوگا، اس کے بعد آپ نے حضرت ابی بن کعبؓ (جو آپ کے نزدیک سب سے افضل تھے) کی اقتداء میں ایک ساتھ نماز پڑھنے کا انتظام کردیا، کچھ دنوں بعد پھر حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد نبوی میں گیا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، یہ دیکھ کر حضرت عمر بولنے لگے: یہ کیا ہی عمدہ بدعت ہے۔ لیکن جو لوگ اس وقت جماعت نہ کرکے آخری شب میں جماعت کریں گے ان

کی جماعت اس سے بہتر ہے۔ لیکن وہ لوگ رات کے پہلے حصہ میں جماعت کے عادی ہیں[19]۔

یہ حدیث (اثر) بخاری شریف میں بھی موجود ہے، لیکن دو الفاظ کے تعلق سے محدثین حضرات نے تحقیقی طور پر کلام کیا ہے:

(۱) **لفظ بدعت:** پہلا لفظ بدعت ہے: کیونکہ لفظ بدعت کے معنی نئی ایجاد کے ہیں، یعنی حضرت ﷺ کے بعد دین کے نام سے جو چیز ایجاد ہوئی ہے، اگر یہ چیز حضور ﷺ کی سنت ہو یا آپ کے کسی مقصد کی تائید کرتی ہو یا اس کے ساتھ دین اسلام کا کوئی مقصد متعلق ہو اور اس میں دین کے خلاف کوئی بات نہیں پائی جاتی ہو تو یہ عام اصطلاح میں بدعت حسنہ یا عمدہ بدعت کہتے ہیں اور حضور ﷺ کی زبان میں سنت حسنہ کہتے ہیں اور یہ فرض، واجب، سنت اور مستحب ان چار درجوں میں سے کسی درجہ میں اس کا شمار ہوگا، جیسے حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد، وغیرہ علوم میں لکھی ہوئی کتابیں۔

---

(19) أخبرنا مالك أخبرنا شهاب عن عروة بن الزبير عن عبد الرحمن بن عبد القاري أنه خرج مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان، فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلى الرجل فيصلى بصلاته الرهط. فقال عمر: والله إني لأظنني لوجمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على أبي بن كعب. قال ثم خرجت معه ليلة أخرى والناس يصلون بصلاة قارئهم. فقال: نعمت البدعة هذه والتي ينامون عنها أفضل من التي يقومون فيها يريد أخر الليل وكان الناس يقومون أوله. (الموطأ لمحمد: كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان وما فيه من الفضل، ص 142، وفتح الباري: باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره).

اور اگر نئی ایجاد کی ہوئی چیز دین اسلام کے کسی مقصد کے ساتھ تعلق نہ رکھتی ہو تو یہ بدعت ضلالہ ہے۔ اور اس کے اتباع کرنے والوں کو شریعت مطہر نے گمراہ قرار دیا ہے۔ اب یہ بات دیکھنی ہے کہ حضرت عمرؓ کی وجہ سے کونسی نئی چیز ایجاد ہوئی؟ جس کو آپ عمدہ بدعت فرمار ہے ہیں:

(۱) بعض نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے آخری شب میں گیارہ رکعات پڑھائی ہیں۔ اب جب حضرت عمرؓ نے اس کو تئیس (۲۳) رکعات بنادیا، اس لئے آپ نے عمدہ بدعت کہا ہے، لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ حضرت عمر نے کسی کو تئیس رکعات پڑھنے کا حکم نہیں دیا، ہزار کوششوں کے باجود کوئی صحیح سند سے اس کو پیش نہیں کر پائے گا۔ امام مالکؒ صحیح سند سے اپنی موطا میں فرماتے ہیں۔

حضرت سائب بن یزید نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو رمضان کی راتوں میں مردوں کی امامت کرنے اور گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم فرمایا، اس وقت وہ ہماری امامت کرتے تھے (اور کلام پاک کی تلاوت میں غرق ہو جاتے تھے) اور اتنا طویل قیام فرماتے کہ ہم مجبور ہو کر لاٹھیوں پر ٹیک لگا کر قیام کرتے تھے، اور نماز ختم کرنے کے تھوڑے وقت بعد فجر ہو جاتی تھی۔ [20] اس حدیث

([۲۰]) ينظر: الموطأ لمالك (1° 138). والبدعة أصلها ما أحدث على غير مثال سابق، وتطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة، والتحقيق أنها إن كانت مما تندرج تحت مستحسن في الشرع فهي حسنة وإن كانت مما تندرج تحت مستقبح في الشرع فهي مستقبحة وإلا فهي من قسم المباح. (فتح الباري: كتاب صلاة التراويح (4: 293)، دار الحديث – القاهرة).

صحیح (اثر) سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ حضرت ابی بن کعب گیارہ رکعتوں میں ہی رات ختم کر دیتے تھے۔

حضرت امام بیہقیؒ نے فرمایا: بیشک پہلے گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن جب لوگوں پر طویل قیام مشکل ہو گیا تو رکعتوں میں اضافہ کر دیا گیا، کیونکہ سائب بن یزید سے بسند صحیح ایک اثر ملا ہے کہ: لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تئیس رکعات باجماعت پڑھتے تھے۔ السنن الکبری اور کتاب المعرفۃ۔ [21]

امام بیہقیؒ کی اس بات پر چند وجوہ سے ہمارا اختلاف ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ امام مالک کا مقام کہاں ہے اور بیہقی کا مقام کہاں ہے؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ کے ذکر کردہ اثر میں حضرت عمرؓ کا کوئی حکم موجود نہیں ہے، ان کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں جن کو لکھنے کی تمنی ہے۔

(۲) بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مختلف جماعت کو ایک جماعت کرنے کو عمدہ بدعت قرار دیا ہے، یہ بھی غلط ہے، کیونکہ خود رسول مقبول ﷺ نے ان تین راتوں میں صحابہ کو لے کر نماز پڑھی جن راتوں میں صحابہ مختلف ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، لہذا اس اعتبار سے اسکو عمدہ بدعت کہا صحیح نہیں ہے۔

([۲۱]) أخبرنا ابو أحمد العدل أخبرنا محمد بن جعفر المزكي حدثنا محمد بن إبراهيم حدثنا ابن بكير حدثنا مالك عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب رضـــ في رمضان بثلاث وعشرين ركعة. (السنن الكبرى للبيهقي (3: 188)، رقم الحديث: 4618).

(۳) بعض نے لکھا کہ گیارہ رکعات کی جماعت حضور ﷺ نے رات کے نصف آخر میں کی ہے، اور عمرؓ نے اس کو رات کے اول حصہ میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اس لئے آپ نے عمدہ بدعت کہا۔

یہ آخری بات بالکل صحیح ہے، کیونکہ آپ نے اپنی اجتہاد کو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ہم پلہ نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ بات کہی ہے، حضور ﷺ نے پہلی رات میں جو جماعت کی ہے، وہ کسی وقت کی ہے؟ یہ بات معتبر سند سے آپ کے پاس نہ پہنچنے کی وجہ سے آپ نے اجتہاد کی، اس لئے آپ اس جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے، اور صاف بول دیا کہ رات کے آخری حصہ میں جماعت کرنا بہتر ہے۔[22] لیکن جب کہ وہ صحابہ رات کے اول حصہ میں جماعت کرنے کے عادی ہیں اس لئے ہم نے اس کا انتظام کر دیا۔

حضرت عمر کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں، حضرت عمر تو حضرت عمر ہی ہیں، آپ کی اجتہاد کی موافقت قرآن کریم اور علم الوحی نے بارہا کی ہے، اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی بوقت ضرورت اجتہاد کی تو تتبع و تلاش کے بعد معلوم ہوتا تھا کہ یہ حضور ﷺ کی سنت ہے۔ (بخاری شریف کے مختلف مقامات)

ہمارا اختلاف بھی اسی طرح کا ہے، حضرت عمرؓ کی اجتہاد کی دو صدی بعد امام ابو داود، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابن ماجہ وغیرہ حضرات کی روایات سے ہم کو

([22]) لا يواظب على الصلاة معهم. (فتح الباري (4: 204)، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره.

حضرت عمر کی اجتہاد کے موافق سنت رسول ملی ہے جس کی وجہ سے بالکل واضح ہو گیا عشا سے لے کر فجر تک باجماعت قیام رمضان کرنا سنت رسول اللہ ہے۔ (انتہی)

سنن نسائی کی حدیث

حضرت نعمان بن بشیر حمص (شام) کی کسی جامع مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے رمضان کی تیسویں رات کے شروع حصہ میں قیام رمضان فرمایا ہے اور ایک تہائی رات تک قیام فرمایا، اور پچیسویں رات میں آدھی رات تک اور ستائیسویں رات میں عشاء کے بعد سے تقریباً فجر تک باجماعت قیام رمضان فرمایا ہے۔[23] حافظ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ نے (نصب الرایہ (3: 153 میں) اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

سنن ابو داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث

یہ حدیث حضرت ابو ذرؓ کی ہے، مذکورہ حدیث (نعمان بن بشیرؓ کی حدیث) اور حضرت ابو ذرؓ کی حدیث: دونوں کا مفہوم ایک ہے، البتہ حضرت ابو ذرؓ کی حدیث

([۲۳]) أخبرنا أحمد بن سليمان قال حدثنا زيد بن الحباب قال أخبرني معاوية بن صالح قال حدثني نعيم بن زياد أبوطلحة قال سمعت النعمان بن بشير على منبر حمص يقول: قمنا مع رسول الله ﷺ في شهر رمضان ليلة ثلاث وعشرين إلى ثلث الليل الأول ثم قمنا معه ليلة خمس وعشرين الى نصف الليل ثم قمنا معه ليلة سبع وعشرين حتى ظننا أن لا ندرك الفلاح وكانوا يسمونه السحور. (سنن النسائی (1: 238)، كتاب قيام الليل وتطوع النهار، باب قيام شهر رمضان، رقم الحديث : 1606).

میں ایک بات زائد ہے وہ یہ ہے کہ: تیسری رات میں حضرت رسول اللہ نے اپنی ازواج مطہرات اور دوسرے صحابہ کو لے کر عشاء کے بعد سے تقریباً فجر تک باجماعت قیام رمضان فرمایا ہے (سنن ابوداؤد: (1: 195)، سنن ترمذی (1: 99)، سنن نسائی (1: 238) وسنن ابن ماجہ (1: 98)۔ ([24]) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اور امام جمال الدین زیلعی حنفی نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔

خلاصہ: ماقبل میں (موطا کی پہلی تشریح میں) بخاری ومسلم شریف وغیرہ کی صحیح حدیثوں کے ذریعہ جس طرح یہ بات ثابت کی گئی کہ رات کے آخری حصہ میں باجماعت قیام رمضان کرنا سنت رسول اللہ ہے، اسی طرح اوپر کی دونوں حدیثوں: جن میں سے ایک صحیح ہے اور دوسری حسن ہے۔ سے ثابت ہوگئی کہ رات کے شروع حصہ میں بھی قیام رمضان باجماعت کرنا سنت رسول اللہ ہے۔ بلکہ عشاء کے بعد سے لے کر فجر تک باجماعت قیام رمضان کرنا سنت ہے۔ پس جن لوگوں نے اسکو سنت عمرؓ لکھا ہے یا سنت خلفاء راشدین کہا ہے یہ غیر معقول ہے۔

بزرگان دین نے رات کے آخری حصہ میں آٹھ رکعات باجماعت پڑھنے کو اصل سنت لکھا ہے، اور آٹھ رکعات سے زیادہ کی جماعت کو مستحب قرار دیا ہے، جیسا کہ امام ابن الہمامؒ نے صراحۃً اور امام قدوری اور امام محمدؒ نے اشارۃً یہ بات لکھی ہے۔

([24]) سنن النسائي، رقم الحديث: 1605، سنن الترمذي: كتاب الصوم، باب ماجاء في قيام شهر رمضان، رقم الحديث: 806، وسنن أبي داود: كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب شهر رمضان، باب في قيام شهر رمضان رقم الحديث: 1375).

لیکن میں ان کی باتوں کی معقولیت کا قائل نہیں ہوں، یہ مسئلہ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر (1: 334) میں لکھا ہے لتحصل من هذا كله أن قيام رمضان ستة إحدى عشر ركعة بالوتر في جماعة فعله ﷺ فيكون ذلک القدر من قيام رمضان هو السنة، الخ. ([25]) بیشک علامہ ابن الہمام امام مجتہد ہیں اور ہمارے مذہبِ حنفی کے ترجمان ہیں، لیکن آپ نے اس مسئلہ کا مدار جس حدیث پر رکھا ہے، قارئین فتح القدیر کو معلوم ہوگا کہ وہ بخاری شریف کی حدیث ہے، لیکن آپ نے نسائی، ابوداؤد اور ترمذی شریف کی دونوں حدیثوں میں کسی حدیث کا تذکرہ اپنی کتاب میں نہیں کیا، ان حدیثوں پر مسئلہ کا مدار نہیں رکھا، دونوں صحیح حدیث چھوڑ کر اجتہاد کرنے کی وجہ سے آپ کی اجتہاد ناقص ہے۔

حضرت مدنی کی رائے برحق

جان سے عزیز اللہ تعالی کا ہزارہا شکر یہ ہے کہ اس نے ہمارے شیخ الحدیث وشیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کو زیر بحث مسئلہ میں تمام صحیح حدیثوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک صحیح اور برحق فیصلہ اور رائے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے اپنے فتوے میں نسائی، ابوداؤد وغیرہ کی آخر الذکر دونوں حدیثوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لئے آپ حضرات دیکھیں گے کہ

([25]) فتح القدير: كتاب الصلاة، فصل في قيام رمضان.

آپ کا فتویٰ رسولِ دوجہاں کی سنت اور اسوہ کا بالکل موافق ہے، اسی طرح چاروں اماموں اور محقق علماء حضرات کی رائے کے بھی عین موافق ہے۔

فرقہ اہل حدیث کا غلط نظریہ

ہمارے ملک میں ایک فرقہ ہے جو اپنے آپ کو اہل حدیث ہونے کا دعوی کرتا ہے، وہ عشاء کے بعد مختصر طور پر آٹھ رکعات باجماعت پڑھ کر قیام رمضان کی سنت ادا کرلیتا ہے، اگر ان فرقہ والوں کو سوال کیا جائے تو جواب دیتے ہیں کہ ہمارا عمل بخاری شریف کی حدیث کے موافق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بیشک یہ لوگ سخت غلطی پر ہیں کیونکہ: (۱) بخاری شریف کے علاوہ دنیا میں حدیثوں کی اور بہت کتابیں ہیں، جو حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی تمام صحیح اور حسن حدیثیں خدا کی طرف سے ہیں اور قرآن کریم کی تفسیر میں اور اپنی زندگی کے ہر طرف کو ان حدیثوں کی ہدایت کے موافق بنانے کی کوشش کرتے ہیں، یہی لوگ درحقیقت اہل سنت والجماعہ اور اہل حدیث واہل قرآن ہیں۔ (۲) اگر صرف بخاری شریف کی اتباع کرنی ہو تو بخاری شریف میں قیام رمضان کے باب میں جتنی حدیثیں ہیں سب کی اتباع کرنی ہوگی، یعنی عشاء کے بعد سے فجر کے کچھ قبل تک، اس پورے وقت کو آٹھ رکعات میں صرف کرنی ہوگی، اس وقت کہا جائے گا کہ آپ نے بخاری شریف کی اتباع کی ہے۔

کراچی کے فتوے پر تنقید

جو لوگ شب رمضان کے کسی حصہ میں قیام رمضان کی جماعت کو مکروہ تحریمی یا بدعت لکھا ہے (جیسا کہ کراچی کے فتویٰ میں ہے) انہوں نے بہت بڑی غلطی کرڈالی، اور حضور اکرم ﷺ کی سنت پاک پر ظاہری طور پر حملہ کیا ہے، ان کے پاس ہمارا ایک سوال ہے کہ جب وہ حضور پاک ﷺ کی سنت کو بدعت اور مکروہ تحریمی لکھتے ہیں تو ان کا رسول کون ہے؟ ہم جاننا چاہتے ہیں!

تفصیلی جواب لکھنے کی وجہ

میں بہت ہی درددل کے ساتھ یہ رسالہ لکھ رہا ہوں، کیونکہ:

(۱) جب میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے رمضان شریف کے نصف آخر میں باجماعت قیام رمضان فرمایا ہے اور یہ بخاری ومسلم سے لے کر حدیث کی سب کتابوں میں موجود ہے اور علامہ ابن الہمامؒ نے صراحۃً اور امام محمد اور امام قدوری نے اشارۃً ان آٹھ رکعتوں کو ہی اصل سنت قرار دیا ہے اور آٹھ رکعتوں سے زائد رکعتوں کی جماعت کو مستحب کہا ہے تو اس سے میں نے بہت تکلیف محسوس کی۔

(۲) رمضان شریف کی ستائیسویں شب میں آنحضرت ﷺ نے پوری تیاری اور مستعدی کے ساتھ صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد لے کر قیام رمضان فرمایا ہے، جیسا کہ ابوداؤد، نسائی اور ترمذی شریف کی دو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے جن کی

تفصیل ابھی گذری[26]، اس کے باوجود جب کراچی کے فتوے میں اس نماز اور اس کی جماعت کو مکروہ تحریمی اور بدعت کہا گیا ہے۔ خاص طور پر ستائیسویں شب کے حضور ﷺ کے عمل پر یہ حملہ کیا گیا ہے۔ (فتوی کراچی ص 3-7)

تو اسلام کے اس پر مصیبت ایام میں چپ رہنا میرے لئے مشکل ہو گیا، اس لئے بے قرار ہو کر تفصیلی جواب لکھنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ ورنہ مجھ جیسے گناہ گار، بے انسان کو جس کے فرائض وواجبات میں ہزاروں کمیاں ہیں؛ ایک سنت کے تعلق سے اتنے تفصیلی کلام کرنے کا حق نہیں پہنچتا، لیکن چونکہ رسول اکرم ﷺ کے ایک معمولی سنت پر حملہ کرنے کی وجہ سے اس کا جواب دینا اور اس کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا اور ہتھیار میں لیس ہو کر میدان میں اترنا فرض ہو جاتا ہے، اس لئے میں تفصیلی جواب لکھنے پر مجبور ہوں۔

اے جان سے عزیز اللہ تعالی! میرے تمام گناہوں کو معاف فرما! اور میری محنتوں کو قبول فرما!

---

(٢٦) أخبرنا عبد الله بن سعيد قال حدثنا محمد بن الفضيل عن داؤد بن أبي هند عن الوليد بن عبد الرحمن عن جبير بن نفير عن أبي ذر قال: صمنا مع رسول الله ﷺ في رمضان فلم يقم بنا حتى بقي سبع من الشهر فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل ثم لم يقم بنا في السادسة فقام بنا في الخامسة حتى ذهب شطر الليل فقلت يارسول الله لو نفلتنا بقية ليلتنا هذه قال إنه من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب الله له قيام ليلة ثم لم يصل بنا ولم يقم حتى بقى ثلاث من الشهر فقام بنا في الثالثة وجمع أهله ونساءه حتى تخوفنا أن يفوتنا الفلاح، قلت وما الفلاح قال: السحور. (سنن النسائي، رقم الحديث: 1605، وسنن الترمذي: كتاب الصوم، باب ماجاء في قيام شهر رمضان، رقم الحديث: 806).

نام کے تعلق سے

حضور اکرم ﷺ نے رمضان کی راتوں کی نماز کو قیام رمضان کے نام سے موسوم کیا ہے فرمایا: جو ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کرے گا اللہ تعالی اس کے تمام گناہ معاف فرمادیں گے۔ (بخاری، مسلم شریف وغیرہ) اور نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں ہے رمضان شریف کے دن میں اللہ تعالی نے روزہ رکھنے کو تم پر فرض کیا ہے اور میں نے رمضان کی راتوں میں قیام کو تمہارے سنت قرار کر دیا ہے۔ اور بعض حدیثوں میں اس کے اصل نام یعنی قیام اللیل اور صلاۃ اللیل کے نام سے موسوم کیا گیا (جیسا کہ سورہ مزمل میں ہے)

لیکن تراویح کے نام سے کسی نماز کو آنحضور ﷺ نے موسوم کیا ہے میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ اگر کوئی یہ دکھا سکے کہ بیس رکعات میں محدود نماز کو حضور ﷺ نے تراویح کے نام سے موسوم کیا اگر کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت کر سکے تو میں ساری زندگی اس کی غلامی پر راضی ہوں۔

ہاں، یہ بات ضرور ہے کہ متأخرین علماء میں سے بہت سے حضرات نے اس نماز کو تراویح کہا ہے اور سورہ مزمل میں مذکورہ نماز کو صلاۃ اللیل سے موسوم کیا ہے، ان حضرات کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ نماز دراصل سورہ مزمل میں مذکور صلاۃ اللیل یا قیام اللیل ہے، لیکن چونکہ اس نماز کو ادا کرنے کیلئے نیند کو چھوڑنا پڑتا ہے اس لئے اس نماز کو تہجد بھی کہتے ہیں کیونکہ تہجد کے معنی لغت میں بیدار رہنا (صحاح، تاج العروس، قاموس وغیرہ)

پھر اگر یہ نماز رمضان میں پڑھی جائے تو حضور ﷺ اسکو ایک نئے نام یعنی قیام رمضان سے موسوم کیا ہے یہ نماز بغیر کسی تروحہ کے ادا کرنا چونکہ عوام پر بھاری ہے اس لئے اس نماز کے بیچ بیچ میں ترویحہ کو اکثر علماء نے پسند فرمایا ہے، اس تروحہ کی نسبت سے اسکا نام تراویح رکھ دیا گیا، کیونکہ تراویح کے معنی لغت میں: آرام کرنے کے ہیں؛ اگرچہ نام مختلف ہے لیکن حقیقت میں ایک نماز ہے لیکن اس کا افضل وقت رات کے آخری حصہ (فتح القدیر (1: 335)، فتاوی شامی (1: 660)، فتح الباری جلد3 اور جلد ۴ کے مختلف مقامات اور غنیۃ شرح منیہ ص 386)۔

رسول اکرم ﷺ فرمایا: فرض اور واجب نماز کے بعد سب سے افضل نماز صلاۃ اللیل ہے (مسلم شریف وغیرہ) دوسری حدیث میں فرمایا: صلاۃ اللیل کم از کم دو رکعت ہی سہی پڑھنی چاہئیں، اور عشاء کے بعد رات کے جس حصہ میں جو نفل نماز پڑھی جائے گی یہ صلاۃ اللیل ہوگی (طبرانی) حافظ منذری نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)

رکعات کے تعلق سے

قیام رمضان (تراویح) کو حضور اکرم ﷺ نے کسی متعین رکعتوں میں محدود نہیں فرمایا ہے، جس طرح فرائض کے سنن قبلیہ اور سنن بعدیہ کی تحدید آپ نے فرمائی ہے (دیکھیں! ترمذی شریف) پس قیام رمضان (تراویح) کو کسی متعین رکعتوں میں محدود کرنا غیر معقول اور سنت رسول پر دخل اندازی ہے۔

قیام رمضان کے تعلق سے حضور ﷺ کا اسوہ سورہ مزمل میں مذکور طریقہ کے مانند ہے یعنی کسی رات میں آپ نے ایک تہائی رات باجماعت اور دوسری رات میں آدھی رات باجماعت اور تیسری رات میں عشاء کے بعد سے فجر تک باجماعت قیام فرمایا ہے، یہ اسوہ نبوی ہے (نسائی، ابوداؤد شریف وغیرہ[27])

پس جو لوگ حضور ﷺ کی سنت کے عاشق ہیں ان کو چاہئے کہ مذکورہ تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کو اختیار کرے، البتہ جس رات میں آدھی رات قیام کرنے کا ارادہ ہو اس رات کے آخری حصہ میں قیام رمضان کے تراویح باجماعت پڑھنا بھی بہتر ہے (بخاری، فتح الباری، فتح القدیر، شامی وغیرہ)

اس مسئلہ میں صحیح صریح حدیث موجود ہونے کی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے کوئی قول ظاہری روایات کی چھ کتابوں میں سے کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔

پھر جب روافض بدعت عمری کہنے لگے تو اس کے جواب میں آپ نے حسن بن زیاد کو صرف اتنی بات بتلائی کہ قیام رمضان سنت ہے، اس کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔

جس طرح حضرت امام ابو حنیفہؒ نے قیام رمضان کی جماعت کو بیس رکعات میں محدود نہیں فرمایا اسی طرح ان کے شاگرد رشید حضرت محمدؒ نے بھی موطا شریف کے قیام رمضان کے باب میں اس کی تحدید نہیں فرمائی۔ اور یہ بات بھی جان لینی

(۲۹) تقدم تخريجه.

چاہئے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ ہر رمضان شریف میں بحالت نماز اکسٹھ (61) مرتبہ قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔ بعض راتوں میں دو رکعتوں میں پورا کلام پاک ختم کر دیتے تھے۔

بہر حال چونکہ حضور اکرم ﷺ کی کماحقہ اتباع کرنا ہر امت پر مشکل ہے جیسا کہ سورہ مزمل میں اللہ تعالی نے فرمادیا؛ اس لئے ہمیں صحابہ اور تابعین کے طریقوں کو اپنانا چاہئے۔ فتح الباری (4: 204-205) اور عمدۃ القاری (5: 357) وغیرہ کتابیں مطالعہ کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی کہ ان مصنفین حضرات کا مقصد ایک ہے یعنی رمضان کی راتوں میں اکثر وقت باجماعت قیام کرنا، البتہ رکعتوں کی تعداد کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ان اقوال میں سے دو قول ایسے ہیں جو ہم تک صحیح سند سے پہنچے ہیں:

(۱) مسجد حرام کا عمل: مسجد حرام میں چار رکعات باجماعت پڑھتے تھے، پھر کعبہ شریف کا طواف (سات چکر) کرتے تھے، اور طواف کے دوگانہ تنہا تنہا ادا کرتے تھے پھر جماعت شروع ہوتی تھی، اس طرح وہ بیس رکعات باجماعت پڑھتے تھے اور چار رکعت پر طواف کرتے تھے، اس طرح رات کے اکثر حصے عبادت میں صرف کر دیتے تھے۔

(۲) مسجد نبوی کا عمل: مدینہ منورہ میں طواف کی سہولیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ حضرات چھتیس (36) رکعات باجماعت پڑھتے تھے، اور رات کے اکثر حصہ قیام رمضان میں مشغول رہتے تھے: رات کے اول حصہ میں بیس رکعات میں ایک

ختم کلام پاک کرتے تھے، اور آخری حصہ میں سولہ (16) رکعات میں ایک اور ختم کرتے تھے، صحابہ کرام ﷺ کے زمانہ سے چوتھی صدی کے نصف تک عمل کا یہ سلسلہ مسجد نبوی میں رہا، اس لئے مسجد نبوی کی اتباع کرنا سب سے بہتر اور معقول ہے۔ (دیکھیں: فتح الملہم (2: 321) شرح النقایہ (5: 357) وفتح الباری (4: 205)[28]

یہ دوسرے درجہ کے قیام رمضان ہے۔ اور ہم تیسرے درجہ کے لوگوں کا قیام رمضان یہ ہے کہ نماز عشاء کے بعد گھنٹہ دو گھنٹے میں بیس رکعات تراویح کے ذریعہ قیام رمضان کرنا۔

آخری بات

میں حضرات قارئین سے موطا امام محمد نامی کتاب کو بہ نظرِ غائر پڑھنے کی درخواست کر رہا ہوں، آپ واضح طور پر دیکھیں گے کہ **(۱)** نماز کا نام قیام رمضان **(۲)** حضور ﷺ کا رات کے آخری حصہ میں باجماعت آٹھ رکعات پڑھ کر قیام رمضان کرنا **(۳)** باب کے آخر میں لکھا ہے: رمضان کی راتوں میں تحدید کے بغیر

(۲۸) وأهل الحرمين لايجلسون فان أهل مكة يصلون عشرين ركعة ويطوفون بين كل ترويحتين أسبوعا وأهل المدينة يصلون بدل ذلك أربع ركعات فصار صلاة أهل مدينة ست وثلاثين ركعة. وعند البيهقي من حديث ابن عباس أنه صلى الله عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر فضعيف نعم، ثبتت العشرون من زمن عمر رضـــ. (فتح القدير: كتاب الصلاة، فصل في قيام شهر رمضان).

باجماعت قیام رمضان کرنا جائز اور مستحسن ہے۔ اس کے ساتھ ابوداؤد و نسائی شریف کی مذکورہ دونوں حدیثوں کو ملانے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ رمضان شریف کی راتوں میں عشاء کے بعد سے لے کر فجر تک اس طویل وقت میں یاراتوں کے کسی حصہ میں جتنی رکعات چاہیں باجماعت پڑھ سکتے ہیں اور یہ سب قیام رمضان کی سنت میں داخل ہوں گی، البتہ بیس رکعات سے کم پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں، ہاں! اگر کوئی آٹھ رکعات ہی میں آدھی رات گزار دے جیساکہ موطا محمد سے اوپر مذکور ہوا ہے، تو میرا ماننا ہے کہ اس جماعت نے پوری طرح سنت کی اتباع کی ہے۔ واضح رہے کہ یہ صرف میری رائے ہے۔

اللہ تعالی کے نام سے یہاں پے دونوں فتووں کے سلسلہ میں جو گفتگو کرنی تھی وہ ختم ہو گئی۔

چند باتیں۔۔ پہلی بات: لفظ " تہجد" کے تعلق سے: قرآن کریم کی سورہ بنی اسرائیل میں ہے: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ، الأية یعنی اے محمد ﷺ ! تم نماز میں قرآن پاک تلاوت کرنے کی غرض سے رات کے ایک حصہ بیدار رہو! (29)

اور سورہ مزمل میں فرمایا: اے محمد! ﷺ تم رات میں بحالت نماز اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر اچھی طرح اور واضح طور پر کلام پاک تلاوت کرو۔ (30)

(29) وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا. (سورة بني إسرائيل: 79).

(30) يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا. (سورة المزمل: 1-3).

سورہ مزمل اور سوہ بنی اسرائیل: دونوں کی آیتوں کا مقصد ایک ہے۔ تقریباً تمام محدثین اور محققین اس پر متفق ہیں۔

امام بخاریؒ نے پہلے کتاب التہجد لکھی، لیکن باب کے تحت جتنی حدیثین تخریج کی ہیں سب قیام اللیل، صلاۃ اللیل اور قیام رمضان کے تعلق سے ہیں، ترجمہ الباب میں پہلے سورہ بنی اسرائیل کی آیت لکھی اور اس کی تفسیر کے ذیل میں سورہ مزمل کی آیتوں کو بھی ذکر کیا ہے۔

علاوہ ازیں اوپر ذکر کردہ طبرانی کی حدیث: جس کو امام مندری نے حسن لکھا ہے اس حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز عشاء کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی وہ قیام اللیل اور صلاۃ اللیل ہو گی۔ (31)

ہاں! بعض حضرات کے نزدیک صلاۃ اللیل عام اور تہجد خاص ہے، یعنی نیند سے بیدار ہو کر جو نماز پڑھی جائے گی وہ تہجد بھی ہے اور صلاۃ اللیل بھی اور بغیر سوئے جو نماز پڑھی جائے گی اسکو صرف صلاۃ اللیل کہتے ہیں ان حضرات کے پاس اپنے دعوی پر کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے، ابن لہیعہ جو کہ ضعیف راوی ہے اس کی ایک روایت سے دلیل پش کرتے ہیں، پس ابن الھیعہ کی وجہ سے یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

(31) عن إياس بن معاوية المزني أن رسول الله ﷺ قال: لا بد من صلاة بليل ولو حلبة شاة وما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل. (رواه الطبراني، ورواته ثقات إلا محمد بن إسحاق فإنه مختلف فيه وحديثه حسن كماذكره الحافظ المنذري وغيره. (حلبة المجلى (2: 565)، كتاب الصلاة ،فصل في صلواة الليل، دار الكتب العلمية).

علاوہ ازیں عربی لغات: صحاح، مختار الصحاح، لسان العرب وغیرہ میں لفظ تہجد کو لغت اضداد میں سے شمار کیا ہے، کیونکہ لفظ تہجد دو مخالف معنوں میں مستعمل ہوتا ہے، میں دار العلوم دیوبند کے مہتمم صاحب کی زیر نگرانی لکھی ہوئی لغات: بیان اللسان، عربی سے اردو کی اصل عبارت کا ترجمہ لکھ رہا ہوں۔ 160 صفحہ میں لکھتے ہیں کہ لفظ تہجد دو مخالف معنوں میں مستعمل ہونے کی وجہ اس کو لغات اضداد میں سے شمار کیا ہے، اس کا ایک معنی رات میں سونے کے ہیں اور دوسرے معنی: رات میں بیدار رہنا، اس دوسرے معنی کے اعتبار سے صلاۃ التہجد کہتے ہیں۔ اور مختار الصحاح میں لکھا ہے: لفظ تہجد دو مخالف معنوں میں مستعمل ہوتا ہے (ص: 134) اور بیان اللسان (ص: 846) میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ ([32])

([٥٢]) وتفسير التهجد بالسهر معروف في اللغة وهو من الأضداد، يقال تهجد إذا سهر وتهجد إذا نام، حكاه الجوهري وغيره. ومنهم من فرق بينهما، فقال هجدت نمت وتهجدت سهرت، حكاه أبوعبيد وصاحب العين، فعلى هذا أصل الهجود: النوم، ومعنى تهجدت طرحت عن النوم. وقال الطبري: التهجد السهر بعد نومة، ثم ساقه عن جماعة من السلف. وقال ابن فارس: المتهجد المصلي ليلا، وقال كراع التهجد صلاة الليل خاصة. (فتح الباري: كتاب التهجد، باب التهجد بالليل وقوله عزوجل: ومن الليل فتهجد به نافلة لك، (3: 5)، دار الحديث القاهرة).

الهجود: النوم والهاجد: النائم، وهجدته فتهجد أدلت هجوده ومعناه أيقظته فتيقظ، وقوله تعالى: ومن الليل فتهجد به أي تيقظ بالقرأن، وذلك حث على إقامة الصلاة في الليل المذكور فى قوله تعالى: قم الليل إلاقليلا نصفه. والمتهجد المصلى بالليل. (المفردات في غريب القرأن ص 594، دار ابن الجوزي – القاهرة).

هجد هجودًا نام وصلى بالليل فهوجاهد، تهجد وهجد استيقظ للصلاة ونحوها من العبادات، وفي التريل العزيز ومن الليل فتهجد به نافلة لك. التهجد صلاة الليل. (معجم الوسيط ص

پس جو لوگ لفظ مصدر تہجد میں اجتناب یا سلب مأخذ کے اعتبار سے مطلب متعین کرنا چاہیں گے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے، اجتناب لینے کی صورت میں ان کے خلاف جائے گا، اور سلب لینے کی صورت میں بھی صحیح نہیں ہوگا کیونکہ جب خود مادہ دو مختلف معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو سلب مأخذ لینے کی صورت میں بھی دو مختلف معنوں پر دلالت کرے گا۔

بہر حال بخاری شریف کے قیام رمضان کے باب میں ذکر کردہ احادیث (جن کی تشریح موطا کی پہلی حدیث کے تحت گذر چکی ہے) میں جن نماز وجماعت کا ذکر ہے وہ جس طرح قیام رمضان ہے ٹھیک اسی طرح اس کا نام تہجد بھی، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے دونوں بابوں کے تحت ایک ہی حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ اور آپ کے حضر و سفر کے ساتھی اور شاگرد رشید حضرت مدنیؒ اور دنیا کے سب محدثین اور فقہاء کی یہی رائے ہے۔ مثال کے طور پر ایک بات لکھ رہا ہوں: ایک شخص صبح صادق کے بعد نیا وضو کر کے مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعات نفل نماز پڑھی، سب محدثین وفقہاء اس بات پر متفق ہے کہ جس طرح اس کی

1012، المكتبة الإسلامية – داكا) وكذلك المتهجد يكون مصليا وتهجد القوم إستيقظوا للصلاة أوغيرها، وفي التتريل العزيز ومن الليل فتهجد به نافلة لك. (الجوهري) هجد وتهجد أي نام ليلاً، وهجد وتهجد أي سهر وهو من الأضداد، ومنه قيل لصلاة الليل.

یہ نماز فجر کی سنت ہوگی اسی طرح یہ نماز تحیتہ المسجد اور تحیۃ الوضو بھی ہوگی۔ (فتح القدیر وغیرہ)۔ (33)

دوسری بات مستفتی کے تعلق سے

مستفتی جناب عبدالرحمٰن چودھری صاحب! آپ نے لکھاہے کہ آپ حافظ قرآن نہیں ہیں، ماہ مبارک کی مبارک راتوں میں کلام پاک سننے کی عشق نے آپ حضرات کو رات کے اول حصہ میں ایک اچھے حافظ صاحب کی اقتداء میں بیس رکعات تراویح پڑھنے اور آخری حصہ میں آٹھ رکعات تہجد پڑھنے پر مجبور کیا ہے، میں دعا کرتاہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اس عشق میں اور اضافہ فرمائے! اور آپ حضرات بھی میرے لئے دعاکریں! کہ رحمٰن ورحیم اللہ تعالیٰ مجھے بھی آپ کی طرح عشق عطافرمائے! آمین۔

رمضان شریف کا مبارک مہینہ، رات اندھیری، ایک حافظ صاحب ایک جماعت جو محبت ومودت میں ڈوبی ہوئی ہے اس کو لے کر محبت ومودت کے ملجاو ماوی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوکر اس کا کلام یقین وثواب کی امید سے سنارہے ہیں

[33] نعم بإمكان المصلى أن يصلى ركعتين سنة الفجر، وتحصل بهاتين الركعتين تحية المسجد وسنة الوضوء، لأن القصد من تحية المسجد أن لايجلس حتى يصلى ركعتين والقصد من سنة الوضوء أن يحدث صلاة بعد وضوئه، فإذا صلى الركعتين المذكورتين وخل فيها غيرها إن شاء الله تعالى. قال رسول الله ﷺ: من توضأ نحو وضوئي هذا ثم صلى ركعتين لايحدث فيها نفسه غفر له ماتقدم من ذنبه. (صحيح مسلم: باب صفة الوضوء وكماله، رقم الحديث: 227).

اور ایسی جماعت پوری یقین وثواب کی نیت سے اپنے محبوب اعظم کے سامنے اس کا کلام سن رہی ہے، خشوع وخضوع کے ساتھ رکوع اور سجدہ اور اللہ پاک کی تعریف، اور دل میں مضمر عشق ومحبت کا اظہار کررہی ہے۔ اس نماز کی ہیئت اور کیفیت کا کیا کہنا ہے! اور اس میں عشق ومحبت کی جو راز مضمر ہے، اہل دل ہی اس کا احساس کرسکتے ہیں، اس لئے پہلے یہ نماز فرض تھی، پھر پنج وقتہ نماز فرض ہوجانے کی وجہ سے یہ نماز نفل ہوگئی۔ روزہ فرض ہونے کے بعد ماہ رمضان کی فضیلت دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے اعلان کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر روزہ فرض کیاہے اور میں تمہارے کیلئے قیام رمضان کو سنت کرتاہوں۔ (34)

پھر یہ بھی فرمایا کہ: جو لوگ یقین اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کی سنت اداکرے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کردیں گے۔ (35)

[34] قال حدثنا علي بن محمد حدثنا وكيع وعبد الله بن موسي عن فقلت حدثني بحديث سمعته من أبيك يذكره في شهر رمضان قال نعم حدثني أبي أن رسول الله ﷺ ذكر شهر رمضان فقال شهر كتب الله عليكم صيامه وسننت عليكم قيامه، فمن صامه وقامه إيمانا واحتسابا خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه. (سنن ابن ماجه، رقم الحديث: 1328، دار ابن الجوزي – القاهرة). ورواه النسائي في سننه. قال أخبرنا محمد بن عبدالله بن المبارك قال قلت لأبي سلمة بن عبد الرحمن حدثني بشيء سمعته من أبيك سمعه أبوك من رسول الله ليس بين أبيك وبين رسول الله ﷺ أحدٌ في شهر رمضان قال نعم، حدثني أبي قال قال رسول الله ﷺ: إن الله تبارك وتعالى فرض صيام رمضان عليكم وسننت لكم قيامه فمن صامه وقامه إيمانا واحتسابا خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه. (سنن النسائي: 2210، دار ابن الجوزي – القاهرة).

[35] قال حدثنا يحي بن بكير حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب قال أخبرني أبوسلمة أن أباهريرة رضـــ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لرمضان من قامه إيمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه.(صحيح البخاري، رقم الحديث: 2008–2009).

تیسری بات: کلام پاک کے سامعین اور مقتدیین کے تعلق سے

(۱) اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: جب کلام پاک کی تلاوت کی جائے، تو اس کی طرف چپ ہو کر (تمہارے جان سے عزیز اللہ تعالی کا کلام خیال کر کے) بغور سنتے رہو! تاکہ تم اللہ تعالی کے محبوب بن جاؤ۔ ([36])

(۲) سورہ مریم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: میں جن کو اپنے کام کیلئے منتخب کیا ہے، اور جن پر اپنی مہربانی اور رحمت نازل کی ہے ان کی علامت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالی کی (جو محبت اور رحمت کی مبداء ہے) تلاوت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ ([37])

(۳) اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: جب وہ کلام پاک سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتا ہے (کیونکہ: طالب حق کے دل پر قرآن کا اثر مضبوط ہوتا ہے ([38])

(۴) اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ایمان والے وہی ہیں: کہ اللہ کی یاد سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان پر اس کا کلام پڑھا جاتا ہے تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ (اور اللہ تعالی سے محبت و مودت کا جو تعلق ہے وہ بہت درجہ اوپر چلا جاتا ہے اور مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے) اور اللہ تعالی کے پاس اپنے اپکو سپرد کر دیتے ہیں،

([36]) قال الله تعالى: وإذا قرء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون. (سورة الاعراف: 204).

([37]) وقال الله تعالى: وإذا تتلى عليهم آيات الرحمن خروا سجداً وبكيًا. (سورة المريم: 58).

([38]) قال الله تعالى: وإذاسمعوا ما أنزل إلى الرسول ترى أعينهم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق يقولون ربنا أمنا فاكتبنا مع الشاهدين. (سورة المائدة: 83).

اور اچھی طرح نماز پڑھتے ہیں، اور جو رزق ہم نے ان کو دی ہے (مال، علم، قوت اور جان) ان میں سے خرچ کرتے ہیں (میرے بتلائے ہوئے طریقہ پر اور میری خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے) بیشک ان کا ایمان بہت بلند ہے (بیشک اللہ تعالی کے خاص مہمان خانہ میں یعنی دار الاسلام جنت میں) ان کے لئے بہت اونچے درجے ہیں اور اللہ کے خاص مہمان شمار ہوں گے۔ ([39])

نوٹ: ایمان کے تین درجے ہیں

(۱) پہلا درجہ ایمان تقلیدی کا ہے، جو والدین یا کسی نیک آدمی کی اتباع سے حاصل ہوتا ہے، اس ایمان کا نور اس موم بتی کے مانند ہے جس میں آگ کی روشنی بہت کم ہے، اور ہوا آتے ہی بجھ جاتی ہے۔ عوام کا ایمان اس درجہ کا ہے۔

(۲) ایمان استدلال: ایمان استدلال وہ ہے جو دلائل کے ذریعہ حاصل ہو، اس کا نور چاند کے نور کے مانند ہے، یعنی جب تک دشمنان اسلام کا حملہ اس درجہ کو نہ پہنچ جائے کہ جس طرح بادل آکر چاند اور زمین کے درمیان آڑ بن جاتی ہے تب تک اس ایمان کا نور ختم نہیں ہوتا۔

(۳) ایمان تحقیقی: ایمان تحقیقی وہ ہے کہ جو ایمان کسی وجہ سے یا بلا کسی وجہ محض اللہ کی مہربانی سے دل میں جل اٹھتا ہے اور سورج کی روشنی کی طرح پوری دنیا کو

([39]) قال الله تعالي: إنما المؤمنون الذين إذا ذكر الله وجلت قلوبهم وإذا تليت عليهم آياته زادتهم إيمانا وعلى ربهم يتوكلون. (سورة الأنفال: 2).

منور کر دیتا ہے، دشمنان اسلام کے ہزار طوفان اور بادل اس ایمان کے نور کو ختم نہیں کر سکتے، اللہ کی رحمت سے جن کی شرح صدر ہو گئی ہے۔ وہ لوگ ہی ربانی ایمان کے مستحق ہوئے، وہی لوگ ایمان کا مزہ چکھ رہے ہیں۔ اے رحمٰن ورحیم اللہ تعالیٰ! ہمارے ایمان کو تحقیقی بنادیجئے! امین۔

چوتھی بات: ایمان کے معنی

ایمان کے معنی یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سب سے افضل رسول ہیں، اور آپ کو بحیثیت رسول اللہ کی طرف سے جو کچھ ملا ہے اور جس کی تفصیل قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں ہے اس پر مضبوط یقین سے ماننا اس پر جمے رہنا اور اسکو بہ خوشی قبول کرنا اس کا نام ایمان ہے، یہ ایمان کی جامع تعریف ہے اور اس کا خلاصہ کلمہ طیبہ " لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" ہے۔

(۵) کلام پاک سننے سے منع کرنے والوں کی غرض سے اللہ تعالی فرماتے ہیں: دشمنان اسلام اپنی خاص مجلس میں یہ بل پاس کرتے ہیں کہ تم حضرت محمد ﷺ پر نازل کئے ہوئے قرآن کریم کو نہیں سن سکتے، اور دوسرے کے سننے میں آڑ بنا، کامیاب ہونے کا بس ایک ہی راستہ ہے۔[40]

[40] قال الله تعالى: وقال الذين كفروا لاتسمعوا لهذا القرآن والغوافيه لعلكم تغلبون. (حم السجدة: 26).

(۷) اللہ تعالی سورہ لقمان میں ارشاد فرمایا: جب دشمنوں کے سامنے میری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو غرور سے وہ اس جگہ سے چلے جاتے ہیں، گویا انہوں نے ہی نہیں گویا وہ بہرے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ [41]

پانچویں بات: سنت اور بدعت

حضور ﷺ کے قول وفعل، معاملہ واخلاق اور تقریر میں جو اسوہ اور نور ہدایت موجود ہے اور ان سب کے اغراض ومقاصد میں جو نور ہدایت مضمر ہے جس کو صرف مجتہد ہی سمجھ سکتے ہیں، ان دونوں نور کے مجموعہ کو سنت پاک کہتے ہیں، مذکورہ آیت میں اس پاک سنت کو ہی نور کہا گیا۔ سنت کے خلاف جتنی چیزیں ہیں سب اسلام کی اصطلاح میں بدعت اور گمراہی ہیں۔

اے رب العالمین! میری اس ناقص تحریر کو قبول فرما! آمین۔

آپ کا غلام

محمد مشاہد

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم کنائی گھاٹ، سلہٹ، بنگلہ دیش

[41] قال ربنا سبحانه وتعالى: وإذا تتلى عليه أيتنا ولىّ مستكبراً كان لم يسمعها كأنّ في أذنيه وقرًا فبشره بعذاب أليم. (سورة لقمان: 7).